تاریخ طبری
تاریخ الامم والملوک
جلد اوّل
تخلیق کائنات سے لے کر ولادت نبوی تک انبیاء اور امتوں کے واقعات
تصنیف:
علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ
نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد اوّل

حصہ اوّل۔ دوم

تصنیف: علامہ ابی جعفر محمدّ بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

قبل از اسلام

حصہ اوّل

ترجمہ: ڈاکٹر محمدّ صدیق ہاشمی

پیدائش ارض وسماء وتخلیق آدم سے لیکر ولادت حضرت محمدؐ تک

مختلف انبیاء تک اور انکی امتوں وبادشاہوں کے واقعات۔

نفیس اکیڈمی

اردو بازار کراچی

تاریخ طبری تاریخ الامم و الملوک

کے
اردو ترجمہ کے جملہ حقوق قانونی اشاعت و طباعت دائمی
تصحیح و ترتیب و تبویب

چوھدری طارق اقبال گاھندری

مالک نفیس اکیڈمی۔ اُردو بازار کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب: ______ تاریخ طبری تاریخ الامم و الملوک
مصنف: ______ علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری
ناشر: ______ نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی
طبع: ______ جدید کمپیوٹر ایڈیشن اپریل ۲۰۰۴ء
ایڈیشن: ______ آفسٹ

نفیس اکیڈمی
اُردو بازار کراچی

آدم علیہ السلام

تخلیق آدم علیہ السلام:

ابلیس کی بادشاہت وامارتِ ارضی کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے جد امجد ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا اور یہ اس وقت ہوا جب ابلیس کی سلطنت وامارت ختم ہونے کے قریب آ چکی تھی نیز اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے دل میں چھپے فخر وغرور کو فرشتوں پر آشکارا فرمانا چاہا جسے وہ نہ جانتے تھے مگر اللہ تعالیٰ جانتا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾ (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں''۔

جس کے جواب میں فرشتوں نے کہا:

﴿ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَآءَ ﴾

''کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا؟''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ فرشتوں نے یہ جواب اس وجہ سے دیا تھا کہ زمین پر اس سے پہلے رہائش پذیر جنوں نے فساد برپا کر دیا خون بہایا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ لہٰذا اب بھی جو خلیفہ بنے گا وہ بھی تو ویسا ہی کرے گا لہٰذا کہنے لگے:

﴿ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ ﴾

''آپ کی حمد وثناء کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں''۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

''میں جانتا ہوں، جو کچھ تم نہیں جانتے''۔

یعنی میں ابلیس کے فخر وغرور اور اس کی سرکشی کو جانتا ہوں، اور اس بات کو بھی جانتا ہوں کہ اس کے نفس میں باطل گھر کر گیا ہے اور اسے دھوکہ میں مبتلا کر دیا ہے میں آدم کو پیدا کر کے ابلیس کی سرکشی کو ظاہر کر دوں گا تاکہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔

ہمارے نزدیک اس آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں جو ہم نے اپنی کتاب "جامع القرآن عن تاویل ای قرآن" میں نقل کیے ہیں لیکن اس جگہ کتاب کی طوالت کے خدشہ کے پیش نظر ان کا ذکر نہ کریں گے۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حکم دیا کہ تمام روئے زمین سے مٹی لائی جائے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی مٹی کا حکم دیا پس وہ آسمان کی طرف بلند کی گئی اور لیس دار مٹی سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی یہ مٹی اس سے پہلے گارے کی شکل میں تھی پھر اس میں خمیر اٹھ گیا پس اس لیسدار اور چپکنے والی مٹی سے اللہ تعالیٰ

نے آدم علیہ السلام کے پتلے کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔

تخلیق آدم کس مٹی سے ہوئی؟:

ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے:

﴿ اتجعل فيها من يفسد فيها و يسفك الدماء و نحن نسبح بحمدك و نقدس لك قال اني اعلم ما لا تعلمون ﴾ (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

ترجمہ ''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں'' انہوں نے عرض کیا: ''کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں'' فرمایا: ''میں جانتا ہوں، جو کچھ تم نہیں جانتے''۔

کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو زمین کی طرف مٹی لانے کے لیے بھیجا زمین نے کہا ''میں پناہ مانگتی ہوں تجھ سے اس بات کی کہ تو میرے اندر سے کوئی چیز کم کرے اور مجھے عیب لگائے پس جبریل علیہ السلام واپس لوٹ گئے اور زمین سے کچھ نہ لیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور جا کر کہا اے میرے رب زمین نے آپ کی پناہ مانگی تھی میں نے اسے پناہ دے دی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میکائیل علیہ السلام کو بھیجا زمین نے ان سے بھی پناہ مانگی پس انہوں نے بھی پناہ دے دی اور واپس لوٹ آئے اور وہی بات کہی جو جبریل علیہ السلام نے کہی تھی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا زمین نے ان سے بھی پناہ مانگی مگر انہوں نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں لوٹ جاؤں اور اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کروں۔ پس انہوں نے روئے زمین سے مٹی لی۔ ملک الموت نے ایک ہی جگہ سے مٹی نہ لی بلکہ مختلف مقامات سے سرخ، سفید اور سیاہ رنگ کی مٹی لی (یہی وجہ ہے کہ بنی آدم مختلف صفات ومزاج پر پیدا ہوئے ہیں) ملک الموت مختلف قسم کی یہ مٹی لے کر آسمان کی طرف چڑھے اور اسے پانی سے تر کیا یہاں تک کہ وہ لیس دار مٹی بن گئی یعنی ایسی کہ یہ آپس میں چپک جاتی تھی پھر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ متغیر ہوگئی اور اس میں بو پیدا ہوگئی اللہ تعالیٰ کے اس قول:

﴿ حمإ مسنون ﴾ (سورۃ الحجر آیت ۲۶)

ترجمہ ''سوکھے گارے سے بنایا''۔

میں اسی حالت کا بیان ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو بھیجا اور اس نے زمین کے اوپر کے حصہ (ادیم) سے تلخ وشیریں مٹی لی جس سے آدمی کی تخلیق ہوئی اسی وجہ سے نام آدم رکھا گیا ہے کہ وہ زمین کے اوپری حصہ (ادیم) سے پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے ابلیس نے کہا تھا کہ کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے آپ نے مٹی سے پیدا کیا یعنی وہ مٹی جسے میں لایا ہوں۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدم نام اس لیے پڑا کہ وہ زمین کے اوپری حصہ (ادیم) سے پیدا ہوئے ہیں۔

ایک دوسری جگہ بھی ان سے یہ مروی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو زمین کے ادیم (اوپری حصے) سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس میں عمدہ اور ردی ہر

قسم کی مٹی شامل تھی۔ اس لیے تو ان کی اولاد میں اچھے برے ہر طرح کے لوگ ہیں۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا جس کو تمام زمین سے لیا گیا تھا پس بنو آدم زمین کی اس مٹی کے موافق پیدا ہوئے ہیں بعض ان میں سے سرخ، بعض سیاہ، بعض سفید اور بعض گندمی رنگ کے ہیں اسی طرح خوش اخلاق و بداخلاق اور نیک و بد ہر قسم کے لوگ ہیں۔

اس کے بعد اس مٹی کو چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ اس میں بو پیدا ہو گئی پھر اسے چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر ٹھیکرے کی شکل میں بن گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴾ (سورۃ الحجر آیۃ ٢٦)

''ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو تین اقسام کی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ صلصال، حماء اور طین لازب سے پس لازب تراب، عمدہ مٹی ہے اور حما سے مراد گارا اور کیچڑ اور صلصال سے مراد ایسی مٹی ہے، جسے کوٹ کر باریک کر لیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں صلصال کا مطلب یہی ہے کہ ایسی خشک مٹی جو کھنکھناتی ہو۔

آدم علیہ السلام کا پتلا بننے کے بعد شیطان کی شیطانی:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم کی مٹی لانے کا حکم دیا پس وہ مٹی آسمان کی طرف لے جائی گئی پھر آدم علیہ السلام کو لیس دار مٹی (طین لازب) سے بنایا گیا جو کہ اس سے قبل بدبودار مٹی (حما مسنون) کی شکل میں تھی اور اس سے قبل وہ خشک مٹی (تراب) تھی۔ پس آدم علیہ السلام کو طین لازب سے اپنے دست قدرت سے بنایا اور چالیس راتوں تک ان کے پتلے کو ایسے ہی پڑا رہنے دیا۔ اس دوران ابلیس اس پتلے کے پاس آیا اور اپنے پاؤں سے اس کو ٹھوکر ماری جس سے اس میں آواز پیدا ہوئی اور وہ بجنے لگا۔ اللہ کے فرمان میں:

﴿ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴾ (سورۃ الرحمٰن آیت ١٤)

''ٹھیکرے جیسے سوکھے سڑے گارے سے''۔

میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد شیطان آدم علیہ السلام کے پتلے کے منہ میں داخل ہو کر اس کی دبر کے راستے باہر نکل گیا اور کہنے لگا اس آواز اور مٹی کی وجہ سے جس سے تو پیدا کیا گیا ہے تیری کوئی حیثیت نہیں اگر مجھے تجھ پر قبضہ و تصرف دیا گیا تو میں تجھے ہلاک کر دوں گا اور اگر تجھے میرے اوپر مسلط کیا گیا تو میں تیری حکم عدولی کروں گا۔

ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا:

﴿ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴾ (سورۃ ص آیت ٧١-٧٢)

''میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں، پھر جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جاؤ''۔

پس اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دستِ قدرت سے بنایا تاکہ ابلیس اس پر تکبر نہ کر سکے اس کے باوجود جب ابلیس اپنے آپ کو آدم سے بڑا ظاہر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کہ جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اس پر یہ ابلیس تکبر کرتا ہے حالانکہ میں اس سے تکبر نہیں کرتا''۔

پس آدم علیہ السلام کا انسانی شکل کا پتلا تیار کیا گیا اور پھر چالیس روز تک اسے اسی حالت میں پڑا رہنے دیا گیا۔ فرشتوں کا ادھر سے گذر ہوا تو وہ اسے دیکھ کر گھبرا گئے اور سب سے زیادہ گھبراہٹ ابلیس پر طاری ہوئی ابلیس جب بھی اس کے پاس سے گذرتا اس کو ٹھوکر مارتا جس کی وجہ سے اس میں آواز پیدا ہوتی جس طرح ٹھیکرے پر ٹھوکر لگنے سے آواز پیدا ہوتی ہے (من صلصال کالفخار میں اسی کا بیان ہے) ابلیس ٹھوکر لگاتے وقت اس سے کہا کرتا کہ تجھے کس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ منہ کی طرف سے اس پتلے میں داخل ہوتا اور دبر کے راستے باہر نکل جاتا اور فرشتوں سے کہتا تم اس سے مت ڈرو تمہارا رب بے نیاز (صمد) ہے جب کہ یہ (انسان) اندر سے کھوکھلا ہے اگر مجھے اس پر مسلط کیا گیا تو میں اس کو ہلاک کر دوں گا۔

نیکوں کے ہاں بد اور بدوں کے ہاں نیک اولاد:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو چالیس دن تک خمیر بننے دیا پھر اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں جمع کیا اور اس کے اچھے حصہ کو دائیں ہاتھ اور برے حصہ کو بائیں ہاتھ میں الگ الگ کر دیا پھر دونوں ہاتھوں کی مٹی کو آپس میں خلط ملط کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ نیک لوگوں کے ہاں بد اولاد اور بد لوگوں کے ہاں نیک اولاد پیدا ہوتی ہے۔

روح کب پھونکی گئی:

ابن اسحاق روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے لیکن کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کا پتلا بنایا پھر اسے چھوڑ دیا اور اسے چالیس روز تک دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ مٹی ٹھیکرے کی طرح آواز دینے لگی اور بغیر پکائے ہی پختہ ہوگئی جب یہ (آدم) پتلا اچھی طرح پختہ ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں روح پھونکنے کا ارادہ فرمایا تو پتلے کو فرشتوں کے سامنے کیا اور کہا کہ جب میں اس میں روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر جانا۔

آدم علیہ السلام کے جسم میں روح کا داخل ہونا:

ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ:

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے اندر روح پھونکنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے فرمایا کہ جب میں اس کے اندر روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر روح پھونکی تو روح سر میں داخل ہوئی جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو چھینک آ گئی۔ جس پر فرشتوں نے کہا کہ ''الحمد للہ'' کہیں۔ الحمد للہ کہنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''رحمک ربک'' تمہارا رب تم پر رحمت کرے۔ اس کے بعد روح آنکھوں میں داخل ہوئی تو آدم علیہ السلام نے جنت کے پھل اور میووں کو دیکھا' جب پیٹ میں پہنچی تو کھانے کی خواہش پیدا ہوئی اور آدم روح کے ٹانگوں میں پہنچنے سے قبل ہی ان پھلوں اور میووں کی طرف کود پڑے۔

قرآن کریم نے اسی عجلت پسندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ﴾ (سورۃ الانبیاء آیت ۳۷)

''انسان جلد باز مخلوق ہے''۔

اس کے بعد تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کا اظہار کیا اور کافروں میں سے ہو گیا اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا ''جس چیز کو میں نے اپنے دست قدرت سے بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا ہے'' شیطان نے جواب دیا ''چونکہ میں اس سے بہتر ہوں لہٰذا میں ایسے انسان (اپنے سے کمتر) کو سجدہ نہیں کر سکتا جسے آپ نے مٹی سے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تو یہاں سے اتر اور نکل جا' تیرے لیے تکبر مناسب نہ تھا تو ذلیل وخوار ہو گیا''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے اندر اپنی روح پھونکی تو وہ روح ان کے سر کی جانب سے داخل ہوئی اور جسم کے جس حصہ میں پہنچتی وہ گوشت اور خون میں تبدیل ہو جاتا جب روح ناف کے مقام پر پہنچی تو آدم علیہ السلام نے اپنے جسم کو دیکھا تو وہ بہت خوبصورت معلوم ہوا۔ آدم علیہ السلام نے اٹھنا چاہا مگر اس پر قادر نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ﴾ ''انسان جلد باز مخلوق ہے''۔

میں اسی حرکت وواقع کی طرف اشارہ ہے

نیز فرمایا آدم سے مارے خوشی کے صبر نہ ہو سکا پھر جب اس کے پورے جسم میں روح پھیل چکی تو آدم کو چھینک آئی جس پر انہوں نے الحمدللہ کہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی وجہ سے تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم اللہ تجھ پر رحم کرے اس کے بعد وہ فرشتے جو اس وقت ابلیس کے ساتھ تھے (نہ کہ تمام فرشتے) انہیں سجدہ کرنے کا حکم ہوا' ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا کیونکہ اس کے دل میں غرور وتکبر موجود تھا اسی تکبر کی وجہ سے کہا ''میں اس سے بہتر ہوں اور عمر میں بھی اس سے بڑا ہوں اور خلقت کے اعتبار سے بھی اس سے قوی ہوں۔ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے اور آگ مٹی سے قوی ہی ہوتی ہے۔ ابلیس کے سجدہ نہ کرنے سے اور طرح طرح کے اعتراض کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اسے ہر خوبی سے محروم کر دیا اور ہر بھلائی سے مایوس کر دیا اسے اپنی بارگاہ سے دھتکارا اور شیطان بنا دیا۔ یہ سب کچھ اس کے ساتھ اس کی نافرمانی کی سزا کے طور پر ہوا۔

محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

روح جب آدمؑ کے سر تک پہنچی تو انہیں چھینک آ گئی جس پر انہوں نے کہا 'الحمدللہ' اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا' تیرا رب تجھ پر رحم کرے اور فرشتے اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد کے مطابق آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر پڑے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالائے لیکن ابلیس ان کے درمیان اکڑا کھڑا رہا اس نے اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ مانا اور سجدہ نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا:

''اے ابلیس تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکے رکھا جب کہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ہے''۔

جس کے جواب میں ابلیس نے کہا:

''کہ یہ مٹی سے ہے اور میں آگ سے' آگ مٹی سے بہتر اور قوی ہے۔ لہٰذا میں اس کو سجدہ نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی یہ گستاخی سن کر اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا اور جنت سے نکلوا دیا''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور ان میں روح پھونکی اور فرشتوں کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کریں پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا پھر آدم علیہ السلام بیٹھ گئے اور انہیں چھینک آئی جس پر انہوں نے 'الحمد للہ' کہا اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا ''تیرا رب تجھ پر رحم کرے'' اور حکم دیا کہ اے آدم فرشتوں کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کرو پس وہ فرشتوں کے پاس آئے اور السلام علیکم کہا جس کے جواب میں فرشتوں نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یہ تمہاری اولاد کا بوقت ملاقات سلام ہے''۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے (سابقہ تجربہ کے بناء پر) کہا کہ کیا آپ ایسے کو اپنا نائب مقرر کرنا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد برپا کرے اور خون بہائے حالانکہ ہم آپ کی تسبیح وتحمید اور پاکی بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ''جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے''۔

لہٰذا جب سجدہ سے انکاری ہو کر اللہ تعالیٰ کے پوچھنے پر ابلیس نے دل میں چھپا زہر اگل دیا اور اس کا تکبر خود پسندی اور سرکشی فرشتوں پر عیاں ہو گئی تو انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کے اندر کوئی ایسا نالائق بھی موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کا مادہ موجود ہے۔

اسمائے اشیاء:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اشیاء کے نام سکھلائے۔

علمائے متقدمین نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا تمام اشیاء کے نام سکھلائے یا چند ایک کے بعض کے نزدیک تمام چیزوں کے نام سکھائے گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے اور یہ وہی نام ہیں جن کے ذریعہ لوگ اشیاء کا تعارف حاصل کرتے ہیں مثلاً انسان' جانور' زمین' سمندر' پہاڑ' گدھا اور انہی سے ملتے جلتے''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما آیۃ مبارکہ:

﴿ وَ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ﴾ (سورۃ بقرہ آیت ۳۱)

''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھائے''۔

کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر چیز کا نام سکھایا حتیٰ کہ جسم سے ہوا خارج ہونے کی آواز کا نام بھی۔ خواہ وہ چیز بڑی ہو یا چھوٹی۔

ایک اور انداز میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم کو ہر چیز کا نام سکھایا حتیٰ کہ خوشی اور مسرت کے اوقات کے بول اور جسم سے ہوا خارج ہونے کی آواز کا نام بھی خواہ وہ آواز معمولی ہو یا زیادہ۔

حضرت مجاہدؒ سے ''کلہا'' کی تفسیر میں منقول ہے کہ اس سے مراد وہ تمام اشیاء ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

ایک اور انداز سے مجاہدؒ سے ہی مروی ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھایا۔

سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر چیز کا نام سکھایا حتیٰ کہ اونٹ' گائے' بکری کا نام بھی سکھایا۔

قتادہؒ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھایا کہ یہ پہاڑ ہے یہ سمندر' یہ فلاں اور یہ فلاں ہے۔ پھر فرشتوں کے سامنے ان چیزوں کو پیش کیا اور فرمایا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ (سورۃ بقرہ آیۃ ۳۱)

ایک اور جگہ قتادہؒ ہی سے روایت ہے کہ جب فرشتے جواب نہ دے سکے تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا ''تم ان چیزوں کے نام بتاؤ''۔

پس آدم علیہ السلام نے مخلوق میں سے ہر صنف کا نام بتایا اور اسے اس کی جنس کی طرف منسوب کیا۔

حسنؒ اور قتادہؒ سے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھایا کہ یہ گھوڑا ہے اور یہ خچر یہ اونٹ ہے اور یہ جن اور یہ جنگلی جانور ہے اس کے علاوہ ہر نام کی لکھائی کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

بعض متقدمین کا خیال ہے کہ صرف چند اشیاء کا علم دیا گیا مگر ان میں بھی ان چند اشیاء کے یقین میں اختلاف واقع ہے۔

☆ ایک فریق کے مطابق فرشتوں کے نام مراد ہیں یعنی تمام فرشتوں کے نام اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھائے۔ جیسا کہ حضرت ربیع بن انسؒ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ ''اسماء'' سے مراد فرشتوں کے نام ہیں۔

☆ دوسرے فریق کے مطابق اس سے مراد اولاد آدم کے نام ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی تمام اولاد کے نام بتلا دیئے تھے۔

جیسا کہ ابن زید سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اس سے مراد ان کی اولاد کے نام ہیں اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیئے تو ان کی اولاد کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرشتوں سے فرمایا ان کے نام بتاؤ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو (سورۃ البقرہ آیت ۳۱) یہ اس وجہ سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے کہا تھا کہ کیا آپ ایسے کو نائب بنانا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد برپا کرے اور خون بہائے حالانکہ ہم آپ کی تسبیح وتحمید کرتے اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۰)

بالفاظ دیگر فرشتوں نے اپنا استحقاق جتلایا کہ اگر آپ خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو ہم اس کے زیادہ مستحق اور اہل ہیں کیونکہ ہمارے علاوہ کوئی اور نائب ہوگا تو وہ زمین میں فساد اور خون خرابہ کرے گا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو'' یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو خلیفہ بناؤں تو تم میری اطاعت و

تسبیح و تقدیس بیان کرو گے اور نافرمانی سے بچو گے اور اگر کسی اور کو خلیفہ بنا دیا تو بقول تمہارے وہ زمین میں فساد برپا کرے گا اور خونریزی کرے گا' تو ذرا ان چیزوں کے نام تو بتاؤ۔ کیونکہ اگر تم ان چیزوں کا مشاہدہ و معائنہ کرو گے اور تمہیں ان کے نام معلوم نہ ہوئے تو تم ان کے متعلق میرا حکم بجا نہ لا سکو گے اور جب حکم ہی سمجھ میں نہ آیا تو اطاعت وعمل کیسے ممکن ہوگا اور یہی تمہارے استحقاق کی بنیاد ہے جو گر پڑی ہے۔ لہٰذا تمہارا دعوائے استحقاق باطل ٹھہرا۔

اور اگر تمہارے علاوہ کسی ایسے کو خلیفہ بناؤں جو بالفرض تمہاری نظروں سے غائب اور اوجھل ہو اور تم انہیں نہ دیکھو سکو تو تم اس کے بارے میں خبر کیسے دے سکتے ہو کہ انہوں نے خلافت کا حق ادا نہیں کیا۔

اس لیے تمہارے دعویٰ کی دونوں ہی شقیں باطل ٹھہریں۔

- ☆ نہ تمہارا اپنے متعلق دعوائے استحقاق درست ہے اور
- ☆ نہ ہی دوسرے کے متعلق خون خرابہ اور فساد برپا کرنے کا حکم لگانا درست ہے۔

فرشتوں کو ہر اعتبار سے لاجواب کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے یہ تمام گفتگو فرمائی تاکہ انہیں اپنے دعویٰ کی سچائی معلوم ہو سکے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی "ان کنتم صادقین" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ''اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو'' کا مطلب یہ ہے کہ بنی آدم زمین میں فساد برپا کریں گے اور خون بہائیں گے۔

- ☆ اور ضحاک ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ "ان کنتم صادقین" کا مطلب ہے کہ "ان کنتم تعلمون" یعنی اگر تم علم رکھتے ہو کہ میں کس کو زمین میں خلیفہ بناؤں گا۔
- ☆ بعض حضرات کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ اس لیے پوچھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کی ابتداء فرمائی تو فرشتے آپس میں کہنے لگے کہ ہمارا رب جو چاہے کرے' جو چیز بھی پیدا کرے گا وہ ہم سے زیادہ صاحب علم وفضل نہیں ہو سکتی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور انہیں ہر چیز کا علم سکھایا تو ان اشیاء کو فرشتوں پر پیش فرمایا اور فرشتوں سے کہا اگر تم سچے ہو تو ان اشیاء کے نام بتاؤ۔ یعنی فرشتوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ صاحب علم وفضل مخلوق پیدا نہیں کر سکتا (یعنی فرشتوں نے اللہ کو مجبور سمجھ لیا) اس دعویٰ کے ابطال کے لیے یہ کرنا ضروری تھا۔

حضرت قتادہؒ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "و اذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خليفه" کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں سے مشورہ فرمایا' فرشتے کہنے لگے ''کیا آپ ایسے کو خلیفہ بنائیں گے جو زمین میں فساد برپا کرے اور خون بہائے'' یہ بات فرشتوں نے اس لیے کہی کہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فساد اور خون خرابہ سے زیادہ اور کوئی عمل ناپسندیدہ نہیں اور اپنے متعلق کہنے لگے کہ ''ہم آپ کی تسبیح وتحمید اور تقدیس بیان کرتے ہیں'' گویا کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے خود کو زیادہ فضل اور بزرگی والا گردانا اور خلافت کا مستحق قرار دیا لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ جو میں پیدا کروں گا ان میں انبیاء ورسل' صالحین اور اہل جنت بھی ہوں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق شروع کی تو فرشتے کہنے لگے اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ

صاحب عزت وعظمت اور صاحب علم وفضل کوئی مخلوق پیدا نہ فرمائے گا پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کر کے فرشتوں کو آزمایا اور ان کا امتحان لیا' بے شک ہر مخلوق کو آزمایا جاتا ہے نیز یہ حکم فرمایا:

﴿ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ ﴾ (سورۃ حم السجدہ آیت ۱۱)

ترجمہ: ''وجود میں آ جاؤ' خواہ تم چاہو یا نہ چاہو' دونوں نے کہا'' ہم آ گئے (وجود میں) فرمانبرداروں کی طرح''۔

حسن قتادہؓ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں تو انہوں نے اپنی رائے پیش کی پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک علم سکھایا اور دوسرا علم ان سے بچالیا اور وہ آدم علیہ السلام کو سکھایا۔ پس فرشتوں کو جو علم سکھایا گیا تھا اس کی بنیاد پر کہا کہ'' آپ ایسے کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے'' نیز فرشتے اس علم کی وجہ سے ہی جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی گناہ خون بہانے سے بڑھ کر نہیں اور ساتھ ہی کہا کہ'' ہم آپ کی پاکی اور تعریف بیان کرتے اور آپ کی بزرگی کے گن گاتے ہیں'' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے''۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم علیہ السلام شروع کی تو فرشتے آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ ہمارا رب جو چاہے پیدا کرے لیکن ہم سے زیادہ معزز اور صاحب فضل مخلوق پیدا نہ کرے گا۔ لہٰذا جب آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوگئی اور ان میں روح پھونکی جا چکی تو فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کو سجدہ کرو۔ فرشتے ایک دوسرے سے کہنے لگے'' اللہ تعالیٰ نے اسے ہم پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور اس بات کو جان گئے کہ وہ اس تخلیق نو سے بہتر نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود یہ ضرور کہا کہ ہم اگرچہ اس سے بہتر نہیں مگر علم میں بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے کہ ہم اس سے قدیم ہیں اور اس سے قبل بہت سی امتیں گزر چکی ہیں جن کا اسے (آدم علیہ السلام) کو علم نہ ہوگا۔ پس جب انہیں اپنی علمی برتری کا زعم ہوا اور وہ خود پسندی کا شکار ہو گئے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کی گھڑی آن پہنچی۔

پس اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام اشیاء کا علم سکھایا پھر فرشتوں کے سامنے اشیاء کو لایا گیا اور حکم ہوا کہ بھلا ان کے نام تو بتلاؤ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ میں تم سے بڑھ کر صاحب علم مخلوق تخلیق نہ کروں گا۔ اللہ کا یہ فرمان سنتے ہی فرشتوں کی ساری جماعت توبہ کے لیے کھڑی ہوگئی درحقیقت مومن ہی گھبرا کر توبہ کی طرف جاتا ہے اور کہنے لگے کہ'' آپ کی ذات پاک ہے اور ہم نہیں جانتے سوائے اس کے کہ جتنا علم آپ نے ہمیں دیا ہے بے شک آپ ہی جاننے والے اور حکمت والے ہیں''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہا: ''تم ان چیزوں کے نام بتاؤ'' جب آدم علیہ السلام نے ان کو ان سب کے نام بتا دیئے' تو اللہ نے فرمایا:

''میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں' جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو' وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو' اسے بھی میں جانتا ہوں''۔ (البقرہ آیت ۳۲-۳۳)

یعنی آسمان وزمین کا غیب جاننا' اصل میں فرشتوں کی اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ہمارا رب ہم سے بڑھ کر صاحب مکرم اور صاحب علم مخلوق پیدا نہ کرے گا۔

اور فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھایا کہ یہ گھوڑا ہے یہ خچر' یہ اونٹ ہے یہ جن اور یہ وحشی ہے اور ہر چیز کو ایک نام دیا اور

ان پر ایک ایک امت پیش کی گئی۔

اور آیت میں جو یہ ہے کہ ''میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمینوں کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں' جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو' وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو' اسے بھی میں جانتا ہوں''۔

یہ دراصل فرشتوں کی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ''کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا''۔

''اور جس چیز کو تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہوں'' یہ اشارہ ان کی باہمی گفتگو کی طرف ہے کہ ہم اس سے بہتر اور زیادہ علم والے ہیں۔

ربیع بن انسؒ انہی آیات کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ:

جب فرشتوں نے اس کو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ زمین میں خلیفہ پیدا کرنا چاہتے ہیں تو آپس میں کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ علم و فضل والی کوئی مخلوق پیدا نہ فرمائے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ فرشتوں کو یہ باور کرایا جائے کہ آج سے آدم علیہ السلام کو ان پر فضیلت دی گئی ہے اور تمام اشیاء کا علم انہیں سکھایا گیا ہے۔ پھر فرشتوں سے کہا کہ ''تم ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو''۔ جب وہ جواب سے عاجز ہو گئے تو فرمایا کہ ''جس چیز کو تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہوں اور جس چیز کو ظاہر کرتے ہو اسے بھی جانتا ہوں''۔

یہاں ''ظاہر کرو'' سے مراد فرشتوں کا یہ کہنا کہ ''کیا آپ ایسے کو خلیفہ پیدا کرنا چاہتے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا''۔

اور ''جس کو چھپاؤ'' سے مراد فرشتوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم سے بڑھ کر معزز اور صاحب علم مخلوق اللہ تعالیٰ پیدا نہ فرمائے گا''۔

پس فرشتوں کو معلوم ہو گیا کہ آدم علیہ السلام کو ان پر علم و فضل میں فوقیت دی گئی ہے۔

پیدائش حضرت حوا علیہا السلام:

جب فرشتوں کے سامنے ابلیس کا تکبر اور نافرمانی ظاہر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا (جسے اس نے اپنی بے عزتی جانا) اور اپنے گناہ پر بضد رہا اور اس نے سرکشی اور بغاوت پر کمر باندھ لی اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت فرمائی اور اسے جنت سے نکال دیا اسے راندہ درگاہ کر دیا اور آسمان و زمین کی بادشاہت کا اعزاز اس سے چھین لیا اور جنت کی نگہداری سے ہٹا دیا اور فرمایا:

﴿ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ . وَّ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ (سورۃ ص آیت ۷۷۔۷۸)

''اچھا تو یہاں سے نکل جا' تو مردود ہے اور تیرے اوپر یوم الجزاء تک میری لعنت ہے''۔

اور آدم علیہ السلام کو رہنے کے لیے جنت عطا فرمائی۔

ابن عباس' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ ابلیس کو جنت سے نکالا گیا جب اس پر پھٹکار پڑی اور آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھکانہ دیا گیا تو وہاں انہوں نے تنہائی محسوس کی کیونکہ وہاں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا جس سے وہ سکون حاصل کرتے۔

پس وہ ایک رات سوئے جب بیدار ہوئے تو اپنے سرہانے ایک عورت کھڑی دیکھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے پیدا فرمایا تھا آدم علیہ السلام نے اس سے پوچھا ''تم کون ہو؟'' وہ کہنے لگی ''عورت'' پوچھا کس لیے پیدا کی گئی ہو؟ کہنے لگی تاکہ تو مجھ سے سکون حاصل کرے۔ فرشتوں کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ دیکھنے کے لیے آئے اور کہا اے آدم اس کا نام کیا ہے؟ ''حوا'' انہوں نے متعجب ہوکر پوچھا یہ نام کیوں رکھا آدم نے کہا اس لیے کہ وہ ''حی'' زندہ آدم علیہ السلام سے پیدا کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے آدم تم اور تمہاری زوجہ جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو جی بھر کے فراخی سے کھاؤ''۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۵)

ابن اسحاق ؒ سے روایت ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ ابلیس پر عتاب سے فارغ ہوئے تو آدم علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں تمام اسماء کا علم سکھایا اور فرمایا کہ اے آدم ان اشیاء کے ناموں کے متعلق بتاؤ اس کے بعد راوی نے آخر تک تمام واقعہ بیان کیا اور کہا:

اہل تورات اور دیگر اہل علم مثلاً عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ذریعہ ہمیں روایت پہنچی ہے کہ پھر آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے اونگھ ڈال دی پھر ان کی بائیں پسلی میں سے ایک پسلی لی اور خالی جگہ میں گوشت برابر کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اس کی پسلی سے ان کی زوجہ حوا بنادی اور اسے سنوار دیا تاکہ آدم علیہ السلام اس سے سکون حاصل کریں۔ جب آدم کی اونگھ ختم ہوئی اور نیند کی حالت سے باہر نکلے تو انہوں نے اپنے پہلو میں اسے (حوا) کو کھڑا دیکھا۔

یہود کے کہنے کے مطابق (اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے) کہ آدم علیہ السلام نے کہا میرا گوشت' میرا خون اور میری زوجہ! پھر اس کے ساتھ سکون حاصل کیا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح کر دیا اور ان کے لیے سکون کی چیز بنا دیا تو اسے اپنے سامنے بلایا اور کہا:

''اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو خوب فراخی کے ساتھ کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم ظالم قرار دیئے جاؤ گے''۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۵)

حضرت مجاہدؒ سے باری تعالیٰ جل شانہ کے فرمان:

﴿ وَ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا ﴾ (سورۃ النساء آیت ۱)

''اور اس جان (آدم) سے اس کا جوڑا بنایا''۔

کی تفسیر میں منقول ہے کہ حوا، آدم علیہ السلام کی نچلی پسلی سے ہیں آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے جب بیدار ہوئے تو قریب ہی ایک عورت کو دیکھا۔

حضرت مجاہدؒ سے اسی انداز کی ایک روایت بھی ملتی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ حوا، آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے ایک پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔

آدم وحوا کا امتحان:

اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو جنت میں ٹھکانہ عطا فرما دیا اور انہیں آزادی دی کہ وہ جنت میں جہاں چاہیں

جائیں اور جو چاہیں کھائیں سوائے ایک درخت کے پھل کے اور یہی حکم ان کا امتحان تھا اور یہ آزمائش حکم ان کی اولاد میں بھی جاری رہا جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''پھر ہم نے آدم سے کہا تم اور تمہاری بیوی' دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ' مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا' ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے''۔ (سورۃ البقرہ آیت ۳۵)

پس شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور اس درخت کا پھل کھانا ان کی نگاہوں میں فائدہ مند اور خوبصورت ٹھہرادیا اور اس کار گناہ کو ان کے لیے انتہائی پرکشش بنا دیا یہاں تک کہ ان دونوں نے اسے کھالیا جس کے بعد ان کے اجسام کے پوشیدہ حصے عریاں ہو گئے یعنی وہ (دونوں) بے لباس ہو گئے۔

ابلیس جنت میں؟:

دشمن خدا جنت میں کیسے پہنچا اور یہ کار گناہ کرانے پر کیسے قادر ہوا؟

ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ابلیس نے ان دونوں کے پاس جنت میں داخل ہونے کا ارادہ کیا لیکن محافظ فرشتوں نے اسے روک لیا پس وہ ایک سانپ کے پاس آیا اور وہ سانپ اس وقت چار ٹانگوں والے جانور کی شکل میں تھا اور اونٹ برابر تھا ابلیس نے اس سے کہا کہ تو مجھے اپنے منہ میں چھپا کر جنت میں داخل ہو جا تا کہ میں آدم تک پہنچ سکوں پس اس نے ایسا ہی کیا اور اسے لے کر محافظ فرشتوں کے پاس سے گذرا لیکن وہ حقیقت نہ جان سکے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی۔ ابلیس نے سانپ کے منہ میں بیٹھے بیٹھے آدم سے گفتگو کی مگر انہوں نے توجہ نہ دی اس پر وہ باہر نکل آیا اور کہنے لگا اے آدم کیا میں تمہاری ایک ایسے درخت کی طرف راہنمائی نہ کروں جس کے پھل کو اگر تم کھالو تو اللہ تعالیٰ کی طرح بادشاہ ہو جاؤ گے یا حیات ابدی پالو گے اور تمہیں کبھی موت نہ آئے گی اور اللہ کی قسم کھا کر اپنے بارے میں یقین دلایا کہ میں تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں ابلیس نے یہ تمام حرکت صرف اس لیے کی تھی تا کہ ان کے جسموں سے جنت کا لباس اتر جائے اور ان کے پوشیدہ اعضاء ظاہر ہو جائیں شیطان کو یہ معلوم تھا کہ ان کے پوشیدہ اعضاء ان کی شرم گاہیں ہیں' اور اسے اس چیز کا علم اس لیے تھا کہ وہ فرشتوں کی کتب کا مطالعہ کرتا رہا تھا جب کہ آدم علیہ السلام کو اس وقت تک لباس اور شرم گاہوں کو چھپانے کی اہمیت کا اندازہ نہ تھا۔

آدم علیہ السلام نے ابلیس کی بات ماننے سے انکار کر دیا جبکہ حوا آگے بڑھیں اور پھل کھالیا پھر کہنے لگیں اے آدم تم بھی کھالو دیکھو میں نے کھایا ہے اور کچھ بھی نقصان نہیں ہوا اس پر آدم نے بھی وہ پھل کھالیا آدم کے پھل کھاتے ہی دونوں کے پوشیدہ اعضاء ننگے ہو گئے اور وہ اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس زمین کے جانوروں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ کون ہے جو مجھے اٹھائے اور جنت میں داخل ہو جائے تا کہ میں آدم اور اس کی بیوی سے بات کر سکوں لیکن تمام جانوروں نے انکار کر دیا اس کے بعد ابلیس نے سانپ سے کہا کہ اگر تو مجھے جنت میں پہنچا دے تو میں تجھے بنی آدم سے بچانے اور تیری حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہوں یہ سن کر سانپ نے ابلیس کو اپنے منہ میں بٹھالیا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ ابلیس نے سانپ کے منہ میں بیٹھے بیٹھے ہی آدم وحوا سے

گفتگو کی (اس دور میں سانپ اونٹ کے برابر چوپایہ تھا اور اس کے جنسی اعضاء بھی قدرتی طور پر مستور تھے) اس غلطی پر اللہ تعالیٰ نے اسے برہنہ کر دیا اور پیٹ کے بل رینگنے والا جانور بنا دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سانپ کو جہاں پاؤ مار دو اور اللہ کے دشمن ابلیس کو اس کی ذمہ داری کے وعدہ میں جھوٹا ثابت کر دو۔

وہب بن منبہؒ سے مروی ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے جب آدم وحوا کو جنت میں رہائش عطا فرما دی اور ایک درخت کو ان کے لیے ممنوع قرار دے دیا۔ ممنوعہ درخت کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں اور فرشتے اس کا پھل کھاتے تھے تاکہ وہ ابدی حیات کے مستحق ٹھہریں مگر آدم اور حوا کو اس کا پھل کھانے سے منع فرما دیا گیا۔ پس جب ابلیس نے ان کو پھسلانے اور گناہ کے مرتکب کرنے کا ارادہ کیا تو وہ سانپ کے پیٹ میں داخل ہوا' سانپ اس وقت چار ٹانگوں پر بختی اونٹ کی طرح چلتا تھا اور بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ جب سانپ جنت میں داخل ہو گیا تو ابلیس اس کے پیٹ سے باہر نکلا اور اس (ممنوعہ) درخت کا پھل لے کر حضرت حوا کے پاس آیا اور کہنے لگا اس پھل کی طرف دیکھو اس کی خوشبو کتنی اچھی ہے اس کا ذائقہ کتنا اچھا اور رنگ کتنا خوبصورت ہے۔ پس حوا نے اسے لیا اور کھا لیا پھر حوا حضرت آدمؑ کے پاس پہنچیں اور کہنے لگیں ''اس پھل کی طرف دیکھو اس کی خوشبو کتنی اچھی' اس کا ذائقہ کتنا عمدہ اور رنگ کیسا دلفریب ہے''۔ پس آدمؑ نے بھی کھا لیا۔ اس کے فوری بعد ان دونوں (آدم وحوا علیہا السلام) کے پوشیدہ اعضاء ظاہر ہو گئے جس پر آدمؑ جلدی سے اس درخت کے تنے میں داخل ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آواز دی ''اے آدم تم کہاں ہو''۔ آدم علیہ السلام نے جواب دیا ''اے میرے رب! میں یہاں ہوں'' فرمایا ''باہر کیوں نہیں نکلتے'' آدمؑ کہنے لگے ''میں آپ سے حیا کرتا ہوں'' فرمایا ''یہ درخت زمین میں سب سے زیادہ ملعون ہوگا اس پر لعنت پیدا کر دی گئی ہے۔ اب اس کے پھل کانٹوں میں تبدیل ہو جائیں گے نیز فرمایا کہ اس وقت جنت اور زمین میں کیکر اور بیر کے درخت سے زیادہ افضل کوئی درخت نہ تھا پھر فرمایا ''اے حوا! تم نے میرے بندے کو دھوکا دیا لہٰذا حمل کا زمانہ تمہارے لیے (بطور سزا) مقرر کیا گیا اور اس میں تم بڑی مشقت اور تکالیف اٹھاؤ گی اور جب وضع حمل کا وقت ہوگا تو تم درد کی شدت سے اپنے آپ کو موت کے دہانہ پر پاؤ گی اور سانپ سے فرمایا: تم نے ابلیس لعین کو اپنے پیٹ میں داخل کیا جس کی وجہ سے وہ میرے بندے کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا لہٰذا تجھ پر لعنت ہو۔ تیری ٹانگیں تیرے پیٹ میں داخل ہو جائیں گی اور تیری خوراک مٹی ہو گی۔ تجھ میں اور اولادِ آدم میں دشمنی ہو گی۔ جہاں بھی تو انہیں نظر آئے گا وہ اپنی ایڑی سے تیرا سر کچل دیں گے اور جہاں وہ تجھے دکھائی دیں گے تو اپنے جبڑوں سے اسے ڈسے گا۔

حضرت وہبؒ سے پوچھا گیا کہ فرشتوں کی خوراک کیا ہے؟ فرمایا:

﴿ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴾

''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے''۔

محمد بن قیسؒ روایت کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا کو ایک درخت کی طرف جانے سے منع فرمایا تھا لہٰذا وہ اس کے علاوہ جہاں سے چاہتے خوب کھاتے

تھے پس شیطان آیا اور سانپ کے پیٹ میں داخل ہو گیا حضرت حوا سے گفتگو کی اور حضرت آدم کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ تمہارے رب نے اس درخت سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم اس کو کھا کر فرشتے نہ بن جاؤ یا حیات ابدی نہ حاصل کر لو اور ان کے سامنے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں۔ یہ سن کر حوا نے درخت کو کاٹا (کھانے کے لیے) تو وہ خون آلود ہو گیا اور ان دونوں (آدم وحوا) کے جسم پر موجود لباس اتر گیا اور پھر یہ دونوں جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے اس پر ان کے رب نے انہیں یاد کرایا ''کیا میں نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے منع نہ کیا تھا اور کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

آدم علیہ السلام سے پوچھا کہ ''تم نے کیوں کھایا تھا جب کہ میں نے منع کیا تھا؟''

آدمؑ نے جواب دیا ''اے میرے رب' حوا نے مجھے کھلایا''۔

حوا سے پوچھا: تم نے کیوں کھایا؟

حوا کہنے لگیں ''مجھے سانپ نے کہا تھا''۔

سانپ سے پوچھا تم نے حوا کو ایسا کرنے کو کیوں کہا تھا اس نے جواب دیا ''مجھے ابلیس نے کہا تھا'' فرمایا ''یہ **ملعون اور** دھتکارا ہوا ہے''۔

''اے حوا! جس طرح تم نے درخت کو خون آلود کیا ہے تم بھی ہر مہینہ خون آلود ہو جاؤ گی''۔

''اور اے سانپ! تو اپنی ٹانگیں کاٹ دے اور پیٹ کے بل رینگ کر چلا کر اور جو بھی (ابن آدم) **تجھے دیکھے گا تیرا سر** پتھر سے کچل دے گا''۔

اب تم زمین کی طرف اتر جاؤ اور تمہارے بعض تمہارے دشمن ہوں گے۔

ربیعؒ سے روایت ہے کہ ایک محدث نے بیان کیا:

شیطانؑ جنت میں ٹانگوں والے جانور کی صورت بنا کر داخل ہوا' وہ بالکل اونٹ کی طرح معلوم ہوتا تھا پس اس پر لعنت کی گئی اور اس کی ٹانگیں ختم ہو گئیں اور وہ سانپ کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔

ابو العالیہؒ سے مروی ہے کہ اونٹوں میں سے ایک قسم وہ ہے جن کا جد امجد جنات میں سے تھا اور آدم علیہ السلام کے لیے تمام جنت جائز اور روا کر دی گئی تھی سوائے ایک درخت کے اور آدم وحوا دونوں سے فرمایا کہ تم اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد شیطان حضرت حوا کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کیا تمہیں کسی چیز سے منع کیا گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اس درخت سے۔ اس نے کہا ''تمہارے رب نے اس لیے منع کیا ہے کہ تم اسے کھا کر فرشتے نہ بن جاؤ یا حیات ابدی حاصل نہ کر لو۔ پس حوا نے پہل کی اور اسے کھا لیا''۔

پھر حوا نے آدمؑ سے کہا تو انہوں نے بھی کھا لیا۔ اس کے کھاتے ہی ان دونوں کو پیشاب پاخانہ کی حاجت ہو گئی جب کہ جنت میں ایسا کرنا ممکن نہیں۔

پھر یہ آیت تلاوت کی:

ترجمہ ''آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے''۔ (البقرہ آیت ۳۶)

محمد بن اسحٰق بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی آسائش و نعمتیں دیکھیں تو کہنے لگے کہ کاش مجھے یہاں ہمیشہ نصیب ہو جائے۔ پس شیطان نے ان کی یہ کمزوری پکڑ لی اور پھر اسی راہ سے ان سے لغزش کروا دی۔

ابن اسحٰقؒ سے مروی ہے کہ مجھ سے صاحب علم حضرات نے ذکر کیا کہ شیطان کا سب سے پہلا مکر و فریب جس کے ساتھ اس نے آدم و حوا کو بہکانے کی ابتداء کی وہ یہ تھا کہ ان دونوں کے پاس آ کر کچھ اس انداز سے رویا کہ وہ دونوں غمزدہ ہو گئے انہوں نے پوچھا تم کس وجہ سے روتے ہو؟ کہنے لگا کہ میں تمہاری وجہ سے روتا ہوں کہ تم کبھی نہ کبھی ضرور مر جاؤ گے اور یہ تمام نعمتیں تم سے چھن جائیں گی پھر ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اے آدم! کیا میں تمہاری ایسے درخت کی طرف راہنمائی نہ کروں جس کا پھل کھانے سے تم حیات ابدی کے مستحق ہو جاؤ گے اور یہ نعمتیں تمہیں ہمیشہ ملتی رہیں گی اور اس کے بعد کہنے لگا کہ تمہارے رب نے اس درخت سے اس لیے تمہیں منع کیا ہے کہ کہیں تم اسے کھا کر فرشتے نہ بن جاؤ یا حیات ابدی نہ حاصل کر لو اور قسم کھا کر اپنے ہمدرد اور خیر خواہ ہونے کا یقین دلایا۔ اور ان سے کہا ''اسے کھا لو فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ کی زندگی پا لو گے۔ پس اس نے دھوکے سے ان دونوں کو اپنی طرف مائل کر لیا''۔

''فوسوس'' کی تفسیر:

ابن زید ''فوسوس'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

شیطان نے حوا کی طرف درخت کے بارے میں وسوسہ ڈالا اور انہیں اس کے کھانے کی طرف مائل کیا پھر آدم کی نگاہ میں حوا کو حسین اور پرکشش بنایا جس پر آدم نے حوا کو اپنی حاجت کے لیے بلایا مگر حوا نے مشروط اقرار کیا اور شرط یہ لگائی کہ آدم اسے اس درخت کے پاس لے جائیں گے۔ جب آدمؑ حوا کو درخت کے پاس لے کر آئے تو حوا انکاری ہو گئیں اور کہا کہ پہلے اس درخت کا پھل کھائیں پھر قربت کا موقع دوں گی۔ پس دونوں نے اس میں سے کھا لیا۔ درخت کا پھل کھاتے ہی ان دونوں کے پوشیدہ اعضاء کھل گئے۔ آدم نے جنت میں بھاگنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ندا دی ''اے آدم! کیا مجھ سے بھاگتے ہو؟''

عرض کیا: نہیں! بلکہ آپ سے حیا کرتا ہوں۔

فرمایا: ''اے آدم! کس وجہ سے اس میں مبتلا ہوئے ہو؟''۔

عرض کیا ''حوا کی طرف سے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کو مہینے میں ایک مرتبہ خون آلود کروں جیسا کہ اس نے درخت کو خون آلود کیا ہے اور میں اسے کم عقل رکھوں گا حالانکہ میں نے اسے متحمل مزاج اور بردبار پیدا کیا تھا اور یہ زمانہ حمل اور وضع حمل میں نہایت مشقت، تکلیف اور دکھ سہے گی حالانکہ میں نے اس کا زمانہ حمل اور وضع حمل بالکل آسان رکھا تھا۔

ابن زید کہتے ہیں کہ اگر یہ امتحان پیش نہ آتا تو دنیا بھر کی عورتیں ایسی ہوتیں کہ نہ انہیں حیض آتا، نہ ہی دوران حمل اور زچگی کے وقت انہیں تکلیف سے واسطہ پڑتا نیز ان کا مزاج بھی بُردبار رہتا۔

سعد بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام نے حوا اس کی درستگی کی حالت میں درخت سے نہیں کھایا تھا بلکہ حوا نے انہیں شراب پلا دی تھی جس کی وجہ سے ان پر کسی قدر نشہ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر حوا ان کو پکڑ کر درخت کے پاس لے گئیں اور انہوں نے اس میں سے کھایا۔ جب آدم وحوا سے خطا واقع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت سے رخصت کر دیا اور تمام نعمتیں چھین لی گئیں ان کو ان کے دشمن ابلیس اور سانپ کے ساتھ زمین کی طرف اتار دیا اور فرمایا:

''اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے''۔ (سورۃ البقرہ آیت ۳۶)

علمائے متقدمین مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ''تم ایک دوسرے کے دشمن ہو'' سے مراد آدم، حوا، ابلیس اور سانپ ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی کہتے ہیں کہ اس سے مراد آدم وحوا، ابلیس اور سانپ ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سانپ پر لعنت فرمائی اور اس کی ٹانگیں ختم کر دیں اور اسے پیٹ کے بل چلنے کے لیے چھوڑ دیا اور اس کی خوراک مٹی مقرر کی اور زمین کی طرف آدم وحوا اور ابلیس اور سانپ کو اتارا۔

حضرت مجاہدؒ سے بھی اس کی تفسیر میں یہی منقول ہے کہ بعض سے مراد آدم وحوا، اور ابلیس اور سانپ کو اتارا۔

یوم جمعہ:

علامہ ابوجعفر طبری لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے متعدد احادیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ احادیث سے ہی یہ بھی ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کا جنت سے اخراج، زمین کی طرف اترنا، ان کی توبہ قبول ہونا اور ان کی وفات، یہ سب امور بھی جمعہ کے دن واقع ہوئے۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن کی پانچ خصوصیات ہیں:

۱۔ پیدائش آدم علیہ السلام۔

۲۔ آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف اتارنا۔

۳۔ وفات آدم علیہ السلام۔

۴۔ ایک گھڑی ایسی بھی ہے جس میں بندہ اللہ سے جو بھی دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ وہ عطا فرمائے گا بشرطیکہ کسی گناہ یا قطع تعلقی کی دعا نہ کرے۔

۵۔ قیامت برپا ہوگی۔

اور تمام مقرب فرشتے، آسمان، زمین اور ہوا، مگر یہ سب کے سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں کیونکہ اس دن قیامت واقع ہونے کی اخبار موجود ہیں۔

ابولبابہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جمعہ دنوں کا سردار ہے۔ اور یہ سب سے زیادہ باعظمت دن ہے۔ جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الفطر کے دن اور قربانی کے دن سے بھی زیادہ عظمت والا ہے۔ اس میں پانچ خصوصیات ہیں:

۱۔ پیدائش آدم علیہ السلام۔

۲۔ آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف اتارا گیا۔

۳۔ وفات آدم علیہ السلام۔

۴۔ جمعہ کے دن میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جس میں بندہ گناہ یا قطع تعلق کے علاوہ جو بھی دعا کرے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

۵۔ قیامت برپا ہوگی۔

اور کوئی مقرب فرشتہ، آسمان، زمین، پہاڑ، ہوا تمام کے تمام جمعہ کے دن قیامت برپا ہونے کے خوف سے ڈرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے اور اسی دن آدم پیدا ہوئے اور اسی دن جنت سے رخصت کیے گئے''۔

ایک دوسری حدیث میں بھی ابوہریرہؓ سے اس سے ملتی جلتی روایت ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنوں کا سردار جمعہ ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے جائیں گے اور جمعہ کے دن ہی قیامت قائم کی جائے گی۔

یوم پیدائش آدم علیہ السلام:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جمعہ کے مثل کسی دن پر سورج طلوع نہیں ہوتا اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن جنت سے نکالے گئے اور اسی دن لوٹائے جائیں گے''۔

سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا:

اے سلمان کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کے دن کیا ہوا؟۔

میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں اور یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا! اے سلمان کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کے دن کیا ہوا تھا اس میں تمہارے باپ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

ابوہریرہؓ، کعبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن وہ جنت میں داخل ہوئے اسی دن جنت سے نکالے گئے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

عبیدؒ بن عمیر سے مروی ہے کہ ''سب سے پہلا دن جس میں سورج طلوع ہوا وہ جمعہ کا دن ہے اور وہ تمام دنوں میں افضل ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اور انہیں اپنی صورت پر پیدا کیا۔ جب اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے

فارغ ہوئے تو انہیں چھینک آئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے حمد الہام فرمائی اور اس کا جواب دیا:

یرحمك ربك. (تیرا رب تجھ پر رحم کرے)

سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے سلیمان کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کے دن کیا ہوا؟

دو مرتبہ یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا۔

جمعہ کے دن وقت پیدائش آدم علیہ السلام:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ ہے پس اسی دن آدمؑ پیدا ہوئے اسی دن جنت میں رہے۔ اسی دن زمین کی طرف اترے اور اسی دن قیامت برپا ہوگی اور اسی میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں جب کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے۔

عبداللہ بن سلام کہنے لگے "میں جانتا ہوں کہ وہ گھڑی کون سی ہے۔ وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا "انسان جلد باز مخلوق ہے۔ ابھی میں تم کو اپنی نشانیاں دکھائے دیتا ہوں۔ مجھ سے جلدی نہ مچاؤ"۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۳۷)

ایک اور جگہ بھی اس سے ملتی جلتی روایت ملتی ہے۔

حضرت مجاہدؒ سے "خلق الانسان من عجل" کی تفسیر میں روایت ہے کہ اس میں آدم علیہ السلام کے قول کی طرف اشارہ ہے جب تمام مخلوقات کے بعد جمعہ کے دن کی آخری گھڑی میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا اور روح ان کی آنکھوں، زبان، سر میں پہنچ گئی اور ان کے اعضاء میں زندگی دوڑ گئی اگرچہ بدن کے نچلے حصہ میں ابھی روح نہ پہنچی تھی مگر آدم علیہ السلام نے کہا کہ "اے میرے رب! آپ میری تخلیق کو سورج غروب ہونے سے پہلے ہی مکمل فرمالیں"۔

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے طریق میں بھی حضرت مجاہدؒ سے معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ یہی روایت ملتی ہے۔

ابن زیدؒ سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ جمعہ کی آخری گھڑی میں آدم علیہ السلام کو جلدی میں پیدا کیا گیا اور ان کو بھی جلد باز بنا دیا گیا۔ (تخلیق میں جلدی کا اثر مزاج میں گھر کر گیا)

آدم علیہ السلام کا عرصہ قیام جنت:

بعض اہل علم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ محترمہ کو جس وقت جنت الفردوس میں رہائش عطا فرمائی جمعہ کے دن کی دو گھڑیاں گزر چکی تھیں جب کہ بعض تین گھڑیاں گزرنے کے قائل ہیں۔

اس حساب سے بعض کے نزدیک جنت میں ان کا قیام پانچ ساعت اور بعض کے نزدیک تین گھڑی ہوا۔ اسی طرح بعض کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن کی نویں یا دسویں ساعت میں انہیں جنت سے رخصت کیا گیا۔

ابو العالیہؒ کے مطابق بھی آدم علیہ السلام جنت سے نویں یا دسویں گھڑی میں رخصت کیا گیا۔

میں نے (علامہ طبری) جب یہ روایت اپنے استاد کے سامنے پڑھی تو انہوں نے 'نعم' کہہ کر تصدیق کی اور فرمایا کہ پانچ کا ذکر غلطی

سے چھوٹ گیا ہے یعنی جمعہ کے دن کی نویں یا دسویں ساعت سے قبل بھی تو پورا ایک ہفتہ گزر چکا تھا اس کا ذکر نہیں کیا گیا اس لیے ان کی طرف اشارہ ہے۔

اوپر بیان کردہ قول جس کے مطابق جمعہ کے دن دو ساعت گزرنے پر جنت میں ٹھکانہ ملا اور جمعہ کے دن کی سات ساعت گزارنے پر زمین کی طرف اتارا گیا اس قول کے قائلین کی مراد اگر یوم جمعہ سے مراد دنیا کا دن مراد ہو جس کی مقدار وقت معروف ہے تو یہ قول صحت و درستگی سے دور نہیں بلکہ قریب ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے قبل علمائے متقدمین کے اقوال و آثار اور شہادت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آدم کو جمعہ کے دن آخری ساعت میں پیدا کیا گیا اور وہ دن ہماری دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر تھا اور اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ وہاں کی ایک گھڑی ہمارے ہاں کے تراسی برس کے برابر ہے اور یہ بات جو اس سے پہلے گزری ہے کہ روح پھونکے جانے سے پہلے چالیس برس تک خمیر گارے کی شکل میں رہنے دیا گیا اور بلاشبہ یہ چالیس برس ہمارے (زمین وقت) ہاں کے اعتبار سے ہی ہو سکتے ہیں پھر روح پھونکے جانے سے لے کر زمین کی طرف اتارے جانے تک کل وقت بقیہ پینتیس سال کے برابر ہوا۔ لہٰذا مجموعہ ایک گھڑی کے برابر ہوا اور اسی ایک ساعت میں احادیث کے مطابق سب کچھ ہوا۔

اور اگر قائل کی مراد یوم جمعہ سے آخرت کا یوم جمعہ مراد ہو جس کی مقدار ہمارے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہے تو یہ بالکل باطل ہے کیونکہ تمام اہل علم احادیث کی وجہ سے اس پر متفق ہیں کہ آدم میں روح پھونکنے کا عمل جمعہ کے دن کی آخری ساعت میں غروب آفتاب سے قبل ہوا اور احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ ان کا جنت میں ٹھکانہ اور وہاں سے زمین کی طرف اترنا یہ سب کچھ اسی ساعت میں ہوا لہٰذا یہ بات یقینی طور پر واضح ہو گئی کہ یہ گھڑی دراصل اس یوم کی تھی جو ہمارے اعتبار سے اسی سال چار ماہ کے برابر تھی لہٰذا اس ساعت کے اعتبار سے چالیس برس تک آدم علیہ السلام خمیر گارے کی شکل میں رہے پھر روح پھونکے جانے سے لے کر زمین کی طرف اترنے تک سنتالیس برس چار ماہ تک کا عرصہ گذرا اور ان سب کا مجموعہ ایک گھڑی کے برابر ہے جو آخری گھڑی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ملتی ہے کہ آدم علیہ السلام جنت سے دو نمازیں ظہر اور عصر کے درمیان نکلے اور پھر زمین کی طرف اتارے گئے اور ان کا جنت میں قیام آخرت کے حساب سے نصف دن کا تھا یعنی دن کے پانچ سو سال کے برابر۔ اس لیے کہ یوم آخرت کی مقدار بارہ ساعت ہے اور اس دنیا کے اعتبار سے ایک ہزار سال ہے۔

ہمارے نزدیک یہ قول گذشتہ تمام احادیث اور بزرگوں کے اقوال کے خلاف ہے۔

آدم علیہ السلام زمین کے کس حصہ میں اترے:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہندوستان کے علاقہ میں زمین پر اتارا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو اتارا تھا۔

ابو العالیہ سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو ہند کی طرف اتارا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہوا کے اعتبار سے زمین کا سب سے بہترین خطہ ہند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں آدم کو اتارا تھا اور یہاں کے درختوں کو جنت کی ہوا سے تعلق چھوڑا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو ارض ہند میں اور حوا کو جدہ میں اتارا پس آدم علیہ السلام ان کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ وہ دونوں اکٹھے ہو گئے حضرت حوا ان کی طرف میدان مزدلفہ میں آگے بڑھی تھیں اسی لیے اس کا نام ''مزدلفہ'' پڑ گیا۔

اور میدان میں دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا لہٰذا اس کا نام ''عرفات'' پڑ گیا اور جس جگہ دونوں اکٹھے ہوئے تھے اس کا نام جمع پڑ گیا اور آدم علیہ السلام کو ارض ہند میں جس جگہ اتارا گیا۔ اس کو ''بوز'' کہا جاتا ہے حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ جب ہم کو یہ بات بتا رہے تھے تو اس مقام پر انہوں نے کہا کہ ''آدم علیہ السلام جب آسمان سے اترے تھے تو ارض ہند میں اترے تھے''۔

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ اہل تورات کے مطابق آدم کو ہند میں ''واسم'' نامی پہاڑ پر اتارا گیا جو کہ بھیل نامی وادی کے پاس تھا اور یہ وادی دہنج اور مندل نامی شہروں کے درمیان جو کہ ہند میں واقع تھے اور حضرت حوا کو جدہ میں اتارا گیا جو کہ مکہ کے قریب واقع ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام کو سراندیپ (سری لنکا) میں ''بوز'' نامی پہاڑ پر اتارا گیا اور حوا کو ارض مکہ میں اور ابلیس کو میسان میں اور سانپ کو اصفہان میں اتارا گیا اور ایک قول کے مطابق سانپ کو ایک جنگل میں اور ابلیس کو ابلہ کے دریا کے کنارے اتارا گیا۔

ہماری رائے یہ ہے کہ آدمؑ اور دیگر کے اترنے کی جگہ کا درست علم صرف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہو سکتا اور حدیث بھی وہ جس کی اسناد صحیح ہوں چونکہ ایسی کوئی بھی حدیث اس بارے میں ثابت نہیں اس کے باوجود جو کچھ روایات سے ملتا ہے اسے علمائے متقدمین اور اہل تورات وانجیل نے رد نہیں کیا اس لیے ہم اس کو بھی مستند مان سکتے ہیں۔

آدم علیہ السلام کا قد:

بعض نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو جس پہاڑ کی چوٹی پر اتارا گیا وہ زمین کے دوسرے پہاڑوں کے مقابلے میں آسمان کے سب سے زیادہ قریب تھا کیونکہ جس پہاڑ پر انہیں اتارا گیا تو ان کے پاؤں اس پہاڑ پر اور سر آسمان میں تھا اور آدم فرشتوں کی مناجات وتسبیح وغیرہ کو سنتے تھے اور اس سے وہ اپنے اکیلے پن کو دور کرتے تھے جب کہ فرشتے ان سے ہیبت کھاتے تھے جس کی بنا پر آدم علیہ السلام کے قد میں تخفیف کر دی گئی۔

عطا بن ابی رباحؒ سے بھی روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین کی طرف اتارا تو اس وقت ان کے قدم زمین پر تھے اور سر آسمان میں اور وہ اہل آسمان کا کلام ومناجات سنتے تھے اور اس سے اپنی تنہائیوں میں سکون پاتے تھے۔ آدم علیہ السلام کے قد کی وجہ سے فرشتے ان سے ہیبت کھانے لگے اس کے علاوہ انہوں نے اپنی مناجات وعبادت کے سننے جانے اور دخل کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے شکایت کی جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف پست کر دیا۔ جب آدم علیہ السلام کو فرشتوں کی آوازیں سنائی دینا بند ہو گئیں اور آپ کو گھبراہٹ محسوس ہوئی اور اپنی مناجات وعبادت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے شکایت کی پس اللہ تعالیٰ نے ان کا رخ مکہ جانے والے راستہ کی طرف کر دیا۔ آدم علیہ السلام جس جگہ قدم رکھتے وہ جگہ شہر اور دونوں قدموں کے درمیان والی خالی جگہ جنگل وبیابان بنتی چلی گئی یہاں تک کہ آدم علیہ السلام مکہ پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت زمین پر اتارا جس کو کعبہ کی جگہ رکھا گیا پس آدمؑ مسلسل اس کا طواف کرتے رہے جب طوفان نوح آیا تو وہ یاقوت اٹھا لیا گیا پھر جب حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو بھیجا تو انہوں نے کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ قرآن حکیم کی یہ آیت:

﴿ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ ﴾ (سورۃ الحج آیت ۲۶)

اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو آدم علیہ السلام کے ساتھ زمین پر رکھا۔ اس وقت آدم علیہ السلام کے قدم زمین پر اور سر آسمان کو چھوتا تھا جس کی وجہ سے فرشتے ہیبت کھاتے تھے۔ پس ان کا قد ساٹھ زراع کر دیا گیا جب آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی مناجات و تسبیح اور آوازیں نہ سنیں تو بڑا رنج ہوا اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے آدم! میں نے تمہارے لیے ایک گھر اتارا ہے تاکہ تم اس کا طواف کرو جیسا کہ میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور تم اس کے پاس نماز پڑھو جیسے کہ میرے عرش کے پاس نماز پڑھی جاتی ہے''۔

پس آدم علیہ السلام اس گھر کی طرف چلے اور ان کا ایک قدم اتنا لمبا کر دیا کہ ایک قدم رکھنے کے درمیان والی جگہ ایک بڑے جنگل کے برابر تھی پس یہ جگہ بعد میں مسلسل جنگل اور غیر آباد رہی یہاں تک کہ آدم بیت اللہ کے پاس پہنچ گئے اور اس کا طواف کیا اور بعد میں آنے والے انبیاء بھی اس کا طواف کرتے رہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ زراع تک کم کر دیا گیا تو انہوں نے کہا اے میرے رب میں آپ کے گھر (جنت) میں آپ کا پڑوسی تھا آپ کے سوا میرا کوئی رب نہیں اور نہ آپ کے سوا کوئی میرا نگہبان ہے۔ میں جنت میں بلا تکلف بافراط کھاتا تھا اور جہاں چاہتا رہتا تھا اس کے بعد آپ نے مجھے ایک مقدس پہاڑ پر اتار دیا' جہاں سے میں فرشتوں کی آوازیں سنتا تھا اور انہیں آپ کے عرش کے گرد مصروف طواف دیکھتا تھا۔ میں جنت کی ہوا اور خوشبو بھی محسوس کرتا تھا پھر آپ نے مجھے زمین کی طرف اتار دیا اور میرا قد ساٹھ زراع کر دیا' میری آواز اور نظر کی حد میں بھی کمی ہوگئی اور میں جنت کی خوشبو تک سونگھنے کے قابل نہ رہا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے آدم! میں نے تیسری غلطی کی وجہ سے تیرے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔

پہلا لباس:

جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا کو برہنہ دیکھا تو ان کو حکم دیا کہ ایک دنبہ ذبح کریں جو کہ جنت سے نازل کردہ آٹھ قسم کے جانوروں میں سے ایک ہے۔ پس انہوں نے ایک دنبہ ذبح کیا اس کی اون لی اور حوا نے اسے کاتا اور دونوں نے مل کر کپڑا بنایا۔ اس سے آدم علیہ السلام نے اپنے لیے ایک جبہ تیار کیا اور حوا نے اپنے لیے ایک دوپٹہ اور چادر تیار کی دونوں نے یہ لباس پہنا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے عرش کے بالمقابل زمین میں ایک جگہ میری محترم ہے وہاں جاؤ اور اس جگہ میرا گھر تعمیر کرو پھر اس کا بھی طواف کیا جائے گا جس طرح تم نے فرشتوں کو میرے عرش کا طواف کرتے دیکھا ہے۔ اس گھر میں' میں تمہاری اور تمہاری اولاد کی بھی دعا قبول کروں گا بشرطیکہ وہ میری فرمانبرداری کا حق ادا کریں۔

کعبہ کی تعمیر کس پتھر سے ہوئی:

آدم علیہ السلام نے کہا' اے میرے رب! میں یہ کام کیسے سرانجام دے سکتا ہوں کیونکہ نہ میں اس جگہ سے واقف ہوں اور نہ ہی میں اتنا قوی ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا جو انہیں مغرب کی طرف لے گیا۔ آدم علیہ السلام کا جس کسی باغ پر سے گزر ہوتا

اور وہ انہیں اچھا لگتا تو وہ کہتے مجھے اسی جگہ چھوڑ دو مگر فرشتہ نے کہا' تمہاری جگہ آگے ہے۔ یہاں تک کہ وہ مکہ پہنچ گئے۔ راستہ میں جس جس مقام پر آدم ٹھہرے ان جگہوں پر آبادیاں بنتی چلی گئیں اور جس جس مقام کو چھوڑ دیا وہ سب جنگل و بیابان ہو گئے۔ پس آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر پانچ مقامات کے پتھروں سے کی۔

۱۔ طور سینا ۲۔ طور زیتون ۳۔ کوہ لبنان ۴۔ کوہ جودی اور ۵۔ بنیاد میں جبل حرا کا پتھر استعمال کیا۔ جب اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو وہ فرشتہ انہیں لے کر عرفات کی طرف گیا اور آدم علیہ السلام کو تمام مقامات حج دکھائے جہاں آج بھی لوگ مناسک حج ادا کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے چلے جائیں گے۔ اس کے بعد انہیں واپس مکہ لایا گیا پھر انہوں نے ایک ہفتہ تک بیت اللہ کا طواف کیا اور سرزمین ہند کی طرف لوٹ آئے اور ''بوز'' نامی پہاڑ پر آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم سے بیان کیا کہ آدم علیہ السلام جس وقت اترے تو سرزمین ہند میں اترے تھے۔ انہوں نے وہاں سے پیدل چالیس حج کیے۔

میں نے عرض کیا اے ابوالحجاج! وہ سوار کیوں نہ ہوتے تھے۔

فرمایا کونسی چیز تھی جو انہیں اٹھا سکتی' اللہ کی قسم ان کا ایک قدم تین دن کی مسافت کو طے کرتا تھا اور ان کا سر آسمان کو چھوتا تھا۔ فرشتوں نے ان کی سانسوں کی شکایت کی۔ پس رحمان نے ان کا قد چالیس سال کی مسافت کے بقدر پست کر دیا۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ بیت اللہ کا حج کرو۔ آدم علیہ السلام اس وقت سرزمین ہند میں تھے۔ پس وہ ہند سے حج کے لیے آئے وہ جس جگہ بھی قدم رکھتے اس جگہ بستی بن جاتی اور جو جگہ ان کے قدموں کے درمیان خالی رہ گئی وہ بیابان ہوگئی یہاں تک کہ وہ بیت اللہ پہنچ گئے۔ پس انہوں نے طواف کیا اور تمام مناسک حج ادا کیے پھر سرزمین ہند کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا۔ پھر واپسی میں جب وہ عرفات کی تنگ گھاٹی میں پہنچے تو فرشتوں نے ان سے ملاقات کی اور کہا اے آدم! آپ کا حج کامل و مقبول ہے۔ یہ سن کر آپ حیران ہوئے کہ انہیں کیسے معلوم ہوا۔ فرشتوں نے ان کی حیرانگی اور تعجب کو محسوس کرتے ہوئے کہا کہ اے آدم! ہم نے اس گھر کا حج آپ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے کیا تھا یہ سن کر آدم اپنے آپ کو ان سے کمتر محسوس کرنے لگے۔

پاکیزہ اشیاء کیسے بنیں:

اس کے علاوہ ابن عمرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ آدم علیہ السلام جب زمین کی طرف اترے تھے تو ان کے سر پر جنتی درخت کے پتوں کا تاج تھا مگر زمین پر آتے آتے وہ خشک ہو گیا اور اس کے پتے گرنے لگے جس سے مختلف اقسام کی پاکیزہ اشیاء پیدا ہوئیں۔

جبکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ اصل میں اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن میں فرمایا کہ وہ جنت کے پتے اوپر لپیٹنا شروع ہو گئے۔ (سورۃ اعراف آیت ۲۲)

پس جب وہ پتے جن سے انہوں نے اپنا جسم لپیٹا ہوا تھا خشک ہو کر گرنے لگے تو ان سے مختلف اقسام کی پاکیزہ چیزیں اگیں۔ اور بعض کے بقول جب آدم علیہ السلام کو علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین کی طرف اتارے گا تو وہ جنت کے جس درخت کے پاس سے گزرتے اس کی ایک شاخ توڑ لیتے لہٰذا جب وہ زمین پر اترے تو یہ تمام شاخیں ان کے پاس تھیں۔ جب یہ شاخیں خشک ہو گئیں

تو ان کے لیے گرنے لگے اور پھر یہی پتے تمام پاکیزہ نباتات کی بنیاد بنے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کچھ ایسا ہی بیان فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے نکلے تو جس چیز کے پاس سے بھی گذرتے فرشتے ان کے ساتھ دل لگی کرتے اور ایک دوسرے کو کہتے کہ انہیں چھوڑ دو یہ جو چاہیں یہاں سے بطور زادراہ کھانا لے لیں۔ پھر جب سرزمین ہند پر اترے اور یہ تمام پاکیزہ چیزیں جو ہند سے آتی ہیں یہ انہیں اشیاء سے وجود میں آتی تھیں جو آدم علیہ السلام جنت سے ہمراہ لائے تھے۔

ابوالعالیہ سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے نکلے تو زن کے ساتھ جنت کے درخت کا عصا اور جنتی درختوں کے پتوں کا تاج تھا اور وہ سرزمین ہند میں اترے تھے پس ہند کی تمام پاکیزہ غذاؤں کی اصل جنتی ہیں۔

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے اترے تو ایک پہاڑ پر اترے تھے اور ان کے ساتھ جنتی درختوں کے پتے تھے جن کو آدم علیہ السلام نے اس پہاڑ پر بکھیر دیا جس پر آپ اترے تھے۔ پس تمام پاکیزہ غذاؤں کی اصل جنتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ہند میں ہر قسم کا پھل اور میوہ پیدا ہوتا ہے۔

قسامہ بن زہیر اشعریؒ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا تو انہیں توشہ کے طور پر جنت کے پھل عنایت فرمائے اور پھر ہر چیز انہیں بنانا سکھائی۔ پس تمہارے یہ پھل جنت کے پھلوں سے پیدا ہوئے فرق صرف اتنا ہے کہ (زمینی آب وہوا اور تاثیر) یہ اپنی حالت تبدیل (خراب ہو جاتے) کر جاتے ہیں جب کہ جنت کے میوے گلتے سڑتے نہیں۔

زمین کی ابتدائی اشیاء:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے۔ تو ان کے ساتھ جنت کی ہوا تھی جس کا تعلق جنت کے درختوں اور وادیوں سے جڑا ہوا تھا۔ پس اس ہوا کی وجہ سے جنت کی خوشبو دنیا میں آتی تھی لہٰذا دنیا میں موجود خوشبو جنت کی ہوا کی وجہ سے ہے۔

☆ آدم علیہ السلام کے ساتھ حجر اسود بھی نازل ہوا جو اس وقت برف سے بھی زیادہ سفید تھا۔

☆ عصا موسوی جو جنت کے درخت ریحان کی لکڑی کا تھا اور اس کی لمبائی دس زراع تھی یعنی موسیٰ کے قد کے برابر۔

☆ درختوں سے نکلنے والا گوند۔ اس کے بعد لوہے کی سل، ہتھوڑا اور چمٹا نازل ہوا۔

جب آدم علیہ السلام پہاڑ پر اترے لوہے کی ایک بڑی شاخ دیکھی جو پہاڑ پر اُگی ہوئی تھی۔ جس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہتھوڑا اسی کی جنس سے ہے۔ پس وہ ہتھوڑے کے ساتھ اس شاخ کو توڑنا شروع ہوئے وہ شاخ (لوہے کی) بوسیدہ اور کمزور ہو چکی تو اس پر آگ روشن کی یہاں تک کہ وہ پگھل گئی اس کے بعد انہوں نے اس سے چھری بنائی جو کہ انسان کی صنعت کاری کا پہلا شاہکار ہے۔ اس چھری کے ساتھ وہ بہت سے کام کیا کرتے تھے پھر ایک تنور بنایا یہ وہی تنور ہے جو وراثت میں نوح علیہ السلام کو ملا تھا' اور ہند میں پانی عذاب کے وقت یہی تنور ابلا تھا۔ آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو اس وقت ان کا سر آسمان کو چھوتا تھا یہی وجہ ہے کہ آسمان کی رگڑ سے آدم علیہ السلام کی پیشانی کے بال گر گئے جس کے بعد آدم علیہ السلام کی اولاد بھی ننگی پیشانی کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ آدم علیہ السلام کے طویل القامت ہونے کی وجہ سے جنگل کے جانوران سے بدکتے تھے اور آج تک انسان سے ڈرتے اور بدکتے اور وحشت کھاتے ہیں۔

آدم علیہ السلام جس پہاڑ پر اترے تھے اس پر کھڑے ہو کر فرشتوں کی آوازیں سنتے تھے اور جنت کی ہوا سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ پھر انہیں پست قامت (ساٹھ زراع) کر دیا گیا اور پھر وفات تک ان کا قد یہی رہا۔ آدم علیہ السلام کی اولاد میں آدم علیہ السلام جیسا حسن یوسف علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کو نہیں ملا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام زمین کی طرف اترے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیس قسم کے پھل انہیں توشہ (ٹفن) کے طور پر دیئے تھے جن میں سے دس چھلکے والے۔ دس گٹھلی والے اور دس ایسے جن کا نہ چھلکا نہ گٹھلی۔

چھلکے دار پھل:

۱۔اخروٹ ۲۔بادام ۳۔پستہ ۴۔ریٹھا ۵۔خشخاش ۶۔سیتا سپاری یا جفت بلوط ۷۔گول بلوط ۸۔کھجور (سیاہ چمکدار بغیر گٹھلی) ۹۔انار ۱۰۔کیلا۔

گٹھلی دار پھل:

۱۔آڑو ۲۔خوبانی ۳۔آلو بخارا ۴۔کھجور ۵۔غبیرا ۶۔بیر ۷۔شفتالو ۸۔عناب ۹۔گولر ۱۰۔شاہ لوج۔

چھلکے اور بغیر گٹھلی والے پھل:

۱۔سیب ۲۔بہی ۳۔ناشپاتی ۴۔انگور ۵۔شہتوت ۶۔انجیر ۷۔لیموں ۸۔خرنوب ۹۔ککڑی (کھیرا اور تر) ۱۰۔خربوزہ۔

جنت کی گندم:

کہا جاتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے آئے تو ان کے ساتھ گندم کی ایک تھیلی تھی بعض کہتے ہیں کہ گندم کی تھیلی جبریل علیہ السلام لائے تھے۔ جب آدم علیہ السلام کو بھوک لگی اور انہوں نے اپنے رب سے کھانا مانگا تو جبریل علیہ السلام نے اس تھیلی میں سے سات دانے نکال کر آدم علیہ السلام کی ہتھیلی پر رکھے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

جبریل علیہ السلام نے جواب دیا ''یہ وہی ہے جو آپ کے جنت سے اخراج کا سبب بنی' ان دانوں میں سے ہر ایک دانہ کا وزن ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم کے برابر تھا۔

کھیتی:

آدم علیہ السلام نے کہا کہ ''میں ان دانوں کو کیا کروں''۔

جبریل علیہ السلام نے جواب دیا ''ان کو زمین میں پھیلا دو۔

تب آدم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک گھڑی میں اس کو اگا دیا اور کھیتی اگنے کا یہ طریقہ ان کی اولاد میں بھی جاری ہے۔

پھر جبریل علیہ السلام نے کہا ''فصل کو کاٹو'' پس انہوں نے اسے کاٹا۔ پھر کہا اس کو جمع کرو اور اپنے ہاتھوں سے رگڑو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر کیا پھونک مار کر اس کے بھوسے کو اڑا دو۔

آدم علیہ السلام نے پھونک مار کر اس کا بھوسہ اڑا دیا جس کے بعد صرف دانے باقی رہ گئے۔ پھر اس کے بعد وہ دونوں دو پتھروں

کے پاس آئے اور ایک کو دوسرے پر رکھا۔ آدم علیہ السلام نے ان دانوں کو پیسا' پھر حکم کے مطابق اس آٹے کو گوندھا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام ایک پتھر اور لوہا (توا) لائے آدم علیہ السلام نے ان دونوں کو رگڑا تو آگ نکلی پھر حکم کے مطابق روٹی بنائی۔ یہ آگ پر تیار ہونے والی سب سے پہلی روٹی تھی۔

اس سے برعکس ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ درخت جس سے آدم وحوا کو منع فرمایا گیا تھا وہ گندم کا درخت تھا جب دونوں نے اسے کھایا تو ان کی شرم گاہیں کھل گئیں اور وہ جلدی جلدی اپنے اوپر جنت کے درخت کے پتے ڈالنا شروع ہوئے اور وہ پتے انجیر کے درخت کے تھے جو ایک دوسرے کے ساتھ چپک جاتے تھے پس آدم علیہ السلام نے دوہرا ہو کر جنت میں بھاگنے لگے اور ایک درخت میں پناہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے ندادی کیا تم مجھ سے بھاگتے ہو انہوں نے کہا نہیں اے میرے رب بلکہ میں آپ سے حیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ چیزیں جو میں نے تمہیں عطا کی تھیں اور تمہارے لیے مباح تھیں اور ان سے زیادہ نہ تھیں جن سے میں نے منع کیا تھا۔ آدم علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں اے میرے رب لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ کوئی آپ کا نام لے کر جھوٹ بولے گا۔ قرآن کریم میں اسی طرف اشارہ ہے:

﴿ وَ قَاسَمَهُمَا اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴾ (الاعراف آیت ۲۱)

''اور اس (شیطان) نے قسم کھا کر ان (دونوں) سے کہا کہ میں تمہارا سچا سچا خیر خواہ ہوں''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''مجھے میری عزت کی قسم میں تمہیں ضرور زمین کی طرف اتاروں گا جہاں تم زندگی بھر تلخیاں اور مشقتیں برداشت کرو گے۔ پھر انہیں زمین کی طرف اتار دیا گیا۔ اس سے قبل وہ جنت میں فراخی کے ساتھ کھاتے تھے مگر اب انہیں ایسی جگہ اتار دیا گیا جہاں کھانے پینے کی اشیاء کی فراخی نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں لوہے کی صنعت سکھائی اور کھیتی باڑی کا حکم دیا۔ انہوں نے زمین کو تیار کیا کھیت بویا پھر اسے سیراب کیا یہاں تک کہ اس کی فصل کٹنے کے وقت کو پہنچ گئی پھر بالترتیب اسے گاہا' چھانا' پیسا' گوندھا پھر روٹی بنائی اور تب کھائی اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے انہیں معلوم ہوا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کی طرف ایک سرخ بیل اتارا گیا جب وہ ان کے سامنے ظاہر ہوا تو اس وقت آدم اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے تھے۔ قرآن حکیم میں:

﴿ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۷)

''ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ''۔

اس مشقت کی طرف اشارہ ہے جو کہ آدم دنیا میں اٹھاتے تھے۔

ہمارے نزدیک ابن عباس وسعید رضی اللہ عنہم کی روایات سے ثابت شدہ یہ قول ہے کہ جس میں مشقت کا ذکر ہے۔ ان کی صحت درست اور قرآن سے مشابہ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ان کے دشمن ابلیس کی بات ماننے سے منع فرمایا تھا اور کہا تھا کہ یہ تمہیں مشقت میں ڈال دے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰى وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۷ تا ۱۱۹)

''اور اس پر ہم نے کہا کہ دیکھو یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تمہیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو نہ پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ابلیس کی بات مانی تو مشقت اٹھانی پڑے گی اور مشقت کا مطلب ان تکالیف کا پہنچنا ہے۔ جو بھوک اور برہنگی کو ختم کرنے کے لیے انسان کو اٹھانا پڑتی ہے' مثلاً زمین میں ہل چلانا' بیج ڈالنا' آبپاشی کرنا اور اس کی مسلسل نگرانی کرنا۔ اولاد آدم علیہ السلام انہی مشقتوں کو جھیلتی ہے۔

اگر جبرئیل علیہ السلام ایسا غلہ لائے ہوں کہ جس کا بیج ڈالنے کے بعد وہ آناً فاناً کھیتی پک کر تیار ہوگئی جیسا کہ گزشتہ روایات میں گزرا ہے تو پھر مشقت تو نہ اٹھانا پڑی۔ جیسا کہ اللہ کا وعدہ ہے لہٰذا اس طرح سے وعدہ تو نہ پورا ہوا حالانکہ یہ ضرور پورا ہوگا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تین چیزیں اہرن (نہائی) چمٹا' ہتھوڑا آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی نازل ہوئی تھیں۔ اور آدم کو اولاً ایک پہاڑ کی چوٹی پر اتارا گیا تھا۔ پھر پہاڑ کے دامن میں اتارا گیا اور زمین کے اوپر تمام مخلوقات جنات' چوپائے' پرندے وغیرہ کا بادشاہ بنا دیا۔ آدم علیہ السلام جب پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اترے تو اہل آسمان کا کلام مفقود اور فرشتوں کی آوازیں غائب ہوگئیں۔

پھر زمین کی وسعت کی طرف نظر ڈالی تو اس میں اپنے سوا کسی اور کو نہ پایا تو وحشت اور تنہائی محسوس کی اور کہنے لگے اے میرے رب کیا میرے علاوہ کوئی اور آپ کی زمین کو عبادت سے آباد کرنے والا نہ تھا۔

آدم کے استفہامیہ فقرہ کا جواب:

آدم علیہ السلام کو جب زمین کی طرف اتارا گیا اور انہوں نے اس کی وسعت کو دیکھا اور اپنے سوا کسی کو نہ پایا تو کہنے لگے اے میرے رب کیا میرے علاوہ کوئی اور اس زمین کو آباد کرنے والا نہیں ہے جو آپ کی تسبیح وحمد اور بزرگی بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میں جلد ہی اس میں تیری اولاد کو پیدا کروں گا جو میری تسبیح وحمد اور تقدیس بیان کیا کرے گی اور اس میں ایسے گھر بناؤں گا جن کو میری یاد کے لیے بلند کیا جائے گا ان گھروں سے میری صفات کی تسبیح پڑھی جائے گی اور میرے نام کا ذکر کیا جائے گا اور ان گھروں میں سے ایک گھر کو میں بزرگی کے ساتھ خاص کروں گا اور اپنے نام کے ساتھ اس کو فضیلت دوں گا اور اس کا نام بیت اللہ رکھوں گا اور اس پر اپنی صفت جمال کا عکس ڈالوں گا اور پھر میں اس گھر کے ساتھ ہی ہوں گا اور اس گھر کو قابل حرمت اور امن والا بناؤں گا۔ اس کی حرمت کی وجہ سے اس کے اردگرد اور اس کے نیچے اوپر کی جگہ بھی قابل احترام ہوگی۔ پس جس شخص نے اس کی حرمت کا خیال رکھا وہ میرے نزدیک قابل احترام ہوگا اور جس نے یہاں رہنے والوں کو ڈرایا تو اس نے گویا میری ذمہ داری اور امان میں خیانت کا مرتکب ہوا اور میری حرمت والی جگہ میں خونریزی کو جائز (مباح) جانا۔

میں اسے سب سے پہلا گھر بناؤں گا جو لوگوں (کی عبادت) کے لیے بنایا گیا ہو اور یہ گھر شہر مکہ کے وسط میں ہوگا جو کہ بابرکت شہر ہے اور اس کی طرف کمزور اونٹوں پر سوار ہو کر دور دراز مقامات سے بکھرے ہوئے بالوں والے خاک میں اٹے ہوئے لوگ آئیں گے جو لرزتے ہوئے تلبیہ پڑھ رہے ہوں گے' روتے ہوئے اور آنسو بہاتے ہوئے آ رہے ہوں گے۔ بلند آواز سے تکبیر کہہ رہے ہوں گے۔ پس جو شخص اس گھر کا ارادہ کرے اور مجھ سے ملاقات کے علاوہ اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو تو بالیقین وہ میرا

ملاقاتی ہے گویا کہ وہ میری زیارت کو آیا ہے وہ میرا مہمان بنا ہے۔ پس مجھ پر حق ہے کہ میں اپنے ملاقاتی اور مہمان کی عزت کروں اور ان کی ہر حاجت وضرورت کو پورا کروں۔

اے آدم! جب تک تم زندہ رہو گے اس وقت تک تم اس کو آباد کرو گے اس لیے تمہاری اولاد میں سے انبیاء امتیں اور قومیں ہر زمانہ میں اس کو آباد رکھیں گی۔

پس آدم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ بیت اللہ کی طرف آئیں جو ان کے لیے زمین پر اتارا گیا اور اس کا طواف کریں جس طرح انہوں نے فرشتوں کو عرش کے اردگرد طواف کرتے دیکھا۔ اس وقت بیت اللہ ایک یاقوت یا موتی کی طرح تھا۔

معمرؒ ابان سے روایت کرتے ہیں کہ بیت اللہ ایک یاقوت یا موتی کی شکل میں اتارا گیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کیا تو اس (بیت اللہ) کو آسمان پر اٹھالیا اور صرف اس کی بنیادیں باقی رہ گئیں' انہی بنیادوں پر اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے مطابق بیت اللہ کی تعمیر کی۔

آدم علیہ السلام جب زمین پر آئے تو بہت روئے اور اپنی خطا پر گریہ وزاری میں حد کر دی اور اپنی غلطی پر بہت زیادہ نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی توبہ کی قبولیت کی درخواست کی اور خطا بخشی کی التجا کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت مبارکہ:

﴿ فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۳۷)

''اس وقت آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی' جس کو اس کے رب نے قبول کر لیا''۔

کی تفسیر میں مروی ہے آدم علیہ السلام نے عرض کیا' اے میرے رب! کیا آپ نے مجھے اپنے دست مبارک سے نہیں بنایا؟

فرمایا! کیوں نہیں۔

عرض کیا اے میرے رب! کیا آپ نے میرے اندر اپنی طرف سے روح نہیں پھونکی؟

فرمایا کیوں نہیں۔

عرض کیا' کیا آپ نے مجھے جنت میں ٹھکانہ عطا نہیں کیا تھا؟

فرمایا کیوں نہیں۔

عرض کیا' اے میرے رب! کیا آپ کی رحمت آپ کے غضب پر سبقت نہیں رکھتی؟

فرمایا کیوں نہیں۔

عرض کیا اے میرے رب! اگر میں توبہ کرلوں اور اپنی اصلاح کرلوں تو کیا آپ مجھے جنت کی طرف لوٹا دیں گے؟۔

فرمایا کیوں نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ'' فتلقی آدم من ربه کلمت فتاب علیه'' میں کلمات سے یہی کلمات مراد ہیں۔

قتادہؒ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب! آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں توبہ کرلوں اور اپنے احوال درست کرلوں؟۔

فرمایا اس وقت میں تجھے جنت میں لوٹا دوں گا۔

حسنؒ سے مروی ہے کہ آدم وحوا نے توبہ کے لیے یہ کلمات کہے:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳)

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا' اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے''۔

مجاہدؒ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ کلمات سے مراد یہی کلمات ہیں جو اس آیت میں ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے اترے تو ان کے ساتھ حجر اسود بھی نازل ہوا اور وہ اس وقت برف سے زیادہ سفید تھا اور آدم وحوا فوت شدہ چیز یعنی جنت کی نعمتوں پر سو سال تک روتے رہے اور چالیس دن کچھ کھایا نہ پیا۔ چالیس دن گذرنے پر کھانا پینا شروع ہوئے وہ دونوں اس وقت ''بوز'' نامی پہاڑ پر تھے۔ مزید یہ کہ سو برس سے آدمؑ نے حواؑ سے قربت نہ کی۔

ابو یحییٰؒ کہتے ہیں کہ ہم مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت مجاہدؒ نے مجھے (حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا تم اس کو دیکھ رہے ہو میں نے کہا کیا پتھر؟ انہوں نے کہا' کیا تم اسی طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا کیا یہ پتھر نہیں ہے؟۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم سے بیان کیا کہ بلاشبہ وہ سفید یاقوت ہے جو آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا تھا وہ اس کے ساتھ اپنے آنسو پونچھتے تھے جب وہ جنت سے نکلے تھے تو آنسو تھمتے ہی نہ تھے یہاں تک کہ وہ اس کی طرف دوبارہ لوٹ گئے اور یہ دورانیہ دو ہزار سال پر محیط ہے اور اس کے بعد ابلیس ان پر کسی بھی انداز میں حاوی نہ ہو سکا۔

میں نے پوچھا اے ابوالحجاج! پھر یہ سیاہ کیوں ہے؟

فرمایا: زمانہ جاہلیت میں حائضہ عورتیں اس کو چھوتی تھیں۔

پس آدمؑ سرزمین ہند سے نکلے اور ان کا ارادہ اس گھر (بیت اللہ) کی طرف جانے کا تھا جس کی طرف جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ آئے اس کا طواف کیا تمام ارکان حج کو بجالائے' میدان عرفات میں آدم وحوا کی ملاقات ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ پھر مزدلفہ میں حضرت آدم حواؑ کے قریب ہوئے اور پھر حوا کو ساتھ لے کر ہی ہند کی طرف واپس ہوئے' ہند واپس آ کر انہوں نے ایک غار بنایا تاکہ اس میں رہائش اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا اس نے انہیں وہ چیز سکھائی جو ان کی ستر پوچھی اور لباس کی ضرورت پوری کرے جب کہ بعض کے بقول یہ لباس تو ان کی اولاد کا تھا اور خود ان کا لباس تو جنت کے وہی پتے تھے جو انہوں نے اپنے تن پر لپیٹے ہوئے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے وادی نعمان (عرفات) میں آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی اولاد نکال کر ان کے سامنے چیونٹیوں کی طرح پھیلا دیا اور ان سے عہد لیا اور ان کی ذات پر شہادت لی فرمایا:

﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ﴾

''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟''۔

سب نے جواب دیا: ''بلیٰ'' ''کیوں نہیں''۔

اس واقعہ کا قرآن مجید میں ان الفاظ میں ذکر ہے:

﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ﴾ (سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲)

''اور اے نبیؐ! لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا' کیا میں تمہارا' رب نہیں ہوں؟۔انہوں نے کہا ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے پیدا ہونے والی اولاد سے وادی نعمان (عرفات) میں عہد لیا۔

پس آدم علیہ السلام کی پشت سے ان تمام کو نکالا اور جن کو ان کی اولاد میں پیدا کرنا مقصود تھا ان کو اپنے سامنے چیونٹیوں کی مانند پھیلا دیا پھر ان کو اپنے سامنے کر کے کلام کیا اور پوچھا:"

﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْ بَلٰى الخ ﴾

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے رب نے آدم علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ پھیرا پس ہر ذی روح چیز جو کہ ان کی پشت سے قیامت تک پیدا کرنا مقصود تھی اس وادی نعمان میں نکل پڑی پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا اور انہوں ان کی اپنی جانوں پر گواہ بنایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک اور انداز میں بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو آسمان سے اتارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ہر ذی روح چیز جو ان کی پشت سے قیامت تک پیدا کرنا مقصود تھی اس کو نکالا پھر پوچھا "الست بربکم" انہوں نے جواب دیا "بلی" پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی "و اذا خذ ربك الخ" پس قیامت تک ہونے والے واقعات کو قلم نے اسی دن لکھ لیا۔

ایک اور انداز میں انہی سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت سے ان کی اولاد کو مثل چیونٹیوں کے نکالا اور دو مٹھیاں بھریں۔ دائیں مٹھی والوں کو کہا کہ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل کیے جاؤ گے اور بائیں مٹھی والوں سے کہا کہ تم دوزخ میں داخل کیے جاؤ گے اور مجھے اس بات کی کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا "واذا خذ ربک الخ'' تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر انؑ کی پشت پر دایاں ہاتھ پھیرا اور اس سے ان کی اولاد کو نکالا اور فرمایا کہ میں نے جنت کو ان کے لیے اور ان کو جنت کے حصول والے اعمال کرنے کے لیے بنایا ہے۔

دوبارہ آدم علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی اولاد کو نکالا اور فرمایا کہ میں نے دوزخ کو ان کے لیے اور ان کو دوزخ حاصل کرنے والے اعمال کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔

ایک آدمی نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر عمل کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جنت کے لیے پیدا کرتا

ہے اور اس سے جنت کے حصول والے اعمال کرواتا ہے یہاں تک کہ وہ کسی جنت والے عمل پر ہی مرجاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جب کسی کو دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے حصول دوزخ والے ہی اعمال کرواتا ہے یہاں تک کہ وہ دوزخ والے عمل پر ہی مرتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو مقام ''وحنا'' پر نکالا گیا تھا۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت ''و اذ اخذ ربک الخ'' کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا اور مقام وحنا پر ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی پشت سے ہر ذی روح کو جو قیامت تک پیدا کرنا مقصود تھی نکالا اور پھر پوچھا "الست بربکم" تمام نے بیک آواز کہا (بلیٰ) پس اس دن سے ہی قلم نے قیامت تک ہونے والے تمام معاملات کو لکھ لیا۔

اور بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو ان کے جنت سے نکالے جانے کے بعد اور زمین پر اتارے جانے سے قبل آسمان پر ہی نکالا تھا۔ جیسا کہ حضرت سدیؒ سے اس آیت "واذاخذ ربك الخ" کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو جنت سے نکالا اور ابھی تک آسمان سے نہ اتارا تھا کہ ان کی پشت کے دائیں جانب اپنا ہاتھ پھیرا اور ان کی اولاد کو سفید چیونٹیوں کی طرح مثل موتیوں کے اتارا اور ان سے فرمایا کہ میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ پھر ان کی پشت کی بائیں جانب ہاتھ پھیرا اور ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی شکل میں اتارا' اور فرمایا کہ تم دوزخ میں داخل ہو جاؤ مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

سدیؒ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے کے جہاں الفاظ ہیں ان کا یہی مطلب ہے۔ پھر ان سے عہد لیا اور فرمایا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" انہوں نے جواب دیا "بلیٰ" پس اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک جماعت کو اطاعت گزار بنایا اور وہ تقویٰ پر قائم رہی۔

ہابیل اور قابیل:

روئے زمین پر سب سے پہلا قتل قابیل بن آدم کے ہاتھوں سرزد ہوا کہ اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔ قابیل کے نام میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض ''قین'' بعض ''قابین'' بعض ''قاین'' اور بعض ''قابیل'' کہتے ہیں۔

جس سبب سے ہابیل قتل ہوا اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ دونوں بھائیوں میں جھگڑے کی وجہ آدم کی ایک بیٹی سے نکاح تھا اور بعض فرماتے ہیں کہ قربانی کا قبول نہ ہونا اس کا سبب تھی جیسا کہ آئندہ آنے والی روایات سے یہ اختلاف واضح ہوتا ہے۔

اولاد آدم کے نکاح:

ابن عباس' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کے ہاں جو بھی لڑکا پیدا ہوتا اس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوتی پس وہ پہلے حمل سے پیدا ہونے والے بچوں کا دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے بچوں سے نکاح کر دیتے۔

یہاں تک کہ ان کے ہاں دو (دو حمل سے) بیٹے ہابیل اور قابیل پیدا ہوئے۔ قابیل کاشتکار اور ہابیل چرواہا تھا۔ قابیل بڑا تھا اور اس کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن انتہائی حسین وجمیل تھی ہابیل نے قانون کے مطابق قابیل کی بہن سے نکاح کرنا چاہا مگر قابیل نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی' تیرے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے زیادہ حسین وجمیل ہے لہٰذا

اس سے نکاح کرنے کا میں زیادہ مستحق اپنے آپ کو سمجھتا ہوں۔ ان دونوں کے باپ آدمؑ نے بھی قابیل کو حکم دیا کہ وہ قانون شکنی نہ کرے مگر قابیل نے انکار کر دیا جس کی وجہ سے ایک جھگڑے کی صورت پیدا ہوگئی۔ فیصلہ کے لیے دونوں نے اللہ کے حضور قربانی پیش کی تا کہ فیصلہ ہو جائے کہ اس حسین وجمیل لڑکی کا خاوند بننے کا کون حق دار ہے آدم علیہ السلام قربانی کے دن وہاں موجود نہ تھے بلکہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا:

اے آدم! کیا تم جانتے ہو کہ میرا ایک گھر زمین میں ہے۔

انہوں نے جواب دیا' اے اللہ! نہیں۔

فرمایا ''میرا گھر مکہ کی سرزمین پر واقع ہے تم وہاں جاؤ۔

اس کے بعد آدمؑ نے آسمان سے مخاطب ہو کر کہا'' تم میرے بعد میری اولاد اور اہل خانہ کی امانت داری کے ساتھ حفاظت کرنا۔ مگر آسمان نے یہ ذمہ داری لینے سے انکار کر دیا اس کے بعد آپ نے زمین سے کہا مگر اس نے بھی انکار کر دیا۔ پھر پہاڑوں سے کہا' انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ پھر قابیل کو کہا' اس نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور کہا'' آپ تشریف لے جائیں' واپس لوٹیں گے تو آپ اپنے اہل خانہ کو اس حالت میں پائیں گے جو آپ کو خوش کر دے۔ پس آدم علیہ السلام چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد قربانی کا واقعہ ہوا۔

قابیل نے فخریہ انداز میں کہنا شروع کیا کہ اس لڑکی کا میں زیادہ حق دار ہوں اس لیے کہ یہ میری بہن ہے اور تجھ سے بڑا بھی ہوں اور اپنے والد کا جانشین بھی۔ جب دونوں نے قربانی کی تو ہابیل نے ایک صحت مند جانور اور قابیل نے غلہ کا ایک ڈھیر قربانی کے طور پر پیش کیا اس کے بعد زمین میں اناج کا ایک بڑا ڈھیر پایا اسے صاف کر کے اس میں سے کھایا۔

جب آگ آئی تو اس نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا جس کی وجہ سے قابیل سخت غصہ میں آ گیا اور کہا کہ میں ضرور تمہیں قتل کر دوں گا تا کہ تو میری بہن سے نکاح نہ کر پائے۔ ہابیل نے جواب میں کہا کہ:

ترجمہ: ''اللہ تو متقیوں کی ہی نذریں قبول کرتا ہے اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے۔ ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے''۔ (سورۃ المائدہ آیت ۲۷۔۲۹)

پس قابیل کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر لیا اور وہ اس کو قتل کرنے کے لیے تلاش کرتا رہا۔ ہابیل پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چراتا تھا پس ایک دن وہ تلاش کرتے کرتے اس کے پاس جا پہنچا بکریاں گھاس چر رہی تھیں اور ہابیل پاس سویا ہوا تھا قابیل نے ایک بڑا پتھر اٹھایا اور اس کا سر کچل دیا۔ ہابیل مر گیا اور قابیل نے اس کو ویسے ہی بے گور وکفن چھوڑ دیا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب اس کا کیا کرے؟ پس اللہ تعالیٰ نے دو کوے جو آپس میں بھائی تھے ان کو بھیجا' انہوں نے آپس میں لڑائی کی اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ پس قاتل کوے نے مقتول کوے کے لیے زمین میں گڑھا کھودا اور اس میں ڈال کر مٹی سے دبا دیا' جب قابیل نے یہ منظر دیکھا تو کہا ہائے میں اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس طرح اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا قرآن مجید میں یہ واقعہ کچھ اس طرح مذکور ہے:

ترجمہ: ''پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ یہ دیکھ کر وہ بولا ''افسوس مجھ پر! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا' اس کے بعد وہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا''۔ (سورۃ المائدہ آیت ۳۱)

7

آدم علیہ السلام واپس لوٹے تو اپنے بیٹے کو اس حال میں پایا کہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ قرآن کریم اس واقعہ کی اس طرح اطلاع دیتا ہے:

ترجمہ: ''ہم نے (آدم علیہ السلام) اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے' مگر انسان نے اسے اٹھالیا' بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے''۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۷۲)

یعنی قابیل نے آدم علیہ السلام کی امانت کو اٹھالیا لیکن پھر وہ ان کے اہل خانہ کی حفاظت نہ کر سکا بلکہ قتل کا ارتکاب کر بیٹھا اور بعض کہتے ہیں کہ حوا کے بطن سے آدم علیہ السلام کے ہاں ہر مرتبہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی جڑواں پیدا ہوتی تھی جب لڑکا بلوغت کی عمر کو پہنچ جاتا تو اس کا نکاح اس لڑکی سے کر دیا جاتا جو اس کے ساتھ پیدا نہ ہوئی تھی بلکہ کسی اور حمل سے تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کچھ یوں ہے:

عبداللہ بن عثمانؒ کہتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمی کرنے کے لیے آ رہا تھا اور وہ میرے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ جب ہم ''سمرہ الصوف'' نامی جگہ پہنچے تو وہ کھڑے ہو گئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت بیان کرنے لگے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت کو اپنے جڑواں بچوں کا باہم نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا تھا بلکہ دوسرے حمل کے ساتھ جوڑا بنا کر نکاح کیا جاتا تھا۔ حوا کے بطن سے ہر حمل میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوتے تھے۔ پس آدم علیہ السلام کے ہاں ایک خوبصورت اور ایک بدصورت لڑکی الگ الگ حمل سے پیدا ہوئی۔ بدصورت لڑکی کا جڑواں بھائی خوبصورت بہن کے جڑواں بھائی سے کہنے لگا تم اپنی بہن کا نکاح میرے ساتھ کر دو اور میں اپنی بہن کا نکاح تیرے ساتھ کر دوں گا اس نے کہا نہیں بلکہ میں اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کا خود کو حقدار اور اہل اور مستحق گردانتا ہوں۔

پس دونوں نے قربانی کی دنبہ قربان کرنے والے کی قربانی قبول ہو گئی اور اناج کا ڈھیر پیش کرنے والے کی قربانی رد ہو گئی پس اناج کے ڈھیر والے نے دنبے والے کو قتل کر دیا اور قربانی کا دنبہ مسلسل اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ رہا یہاں تک کہ اسحاق کے فدیہ کے طور پر اسے جنت میں بھیج دیا گیا اور کوہ صفا پر شبیر میں سمرۃ الصوف نامی جگہ پر اسے ذبح کر دیا گیا۔ یہ جگہ رمی کرتے وقت تمہارے دائیں جانب پڑتی ہے۔

ابن اسحاقؒ بعض اہل کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ آدم نے جنت میں خطا واقع ہونے سے قبل حضرت حوا سے قربت فرمائی پس وہ حاملہ ہو گئیں۔ بوقت زچگی انہوں نے کسی بھی قسم کی تکلیف نہ اٹھائی نہ درد اور کمزوری محسوس کی اور نہ ہی کچھ کھانے کی خواہش ظاہر کی اور نہ ہی بوقت ولادت کسی قسم کا خون دیکھا اس لیے کہ جنت انتہائی پاکیزہ جگہ ہے اس حمل کی ولادت سے قین (قابیل) اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئیں۔ پھر جب ممنوعہ درخت کا پھل کھایا اور خطا کا ارتکاب ہو گیا اور وہ دونوں زمین کی طرف اتار دیئے گئے تو یہاں آ کر آدم و حوا کی قربت ہوئی تو اس حمل کی زچگی کے وقت انہوں نے تکلیف' درد' کمزوری محسوس کی اور خون بھی دیکھا اور

نقاہت کے سبب غش کی کیفیت آ گئی اس حمل سے ہابیل اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی۔

حضرت حوا جب بھی حاملہ ہوتیں تو دو جڑواں بھائی بہن کے ساتھ حاملہ ہوتیں۔ آدم کے چالیس بچے ان کے پہلو سے بیس مرتبہ کے حمل سے پیدا ہوئے اور ان میں سے کوئی بھی لڑکا اپنی جڑواں بہن کے علاوہ جس بہن سے چاہتا نکاح کرتا تھا اس زمانہ میں جڑواں بہن کے علاوہ سب بہنیں حلال تھیں۔ اس لیے کہ اس زمانہ میں اپنی ماں اور بہنوں کے علاوہ اور کوئی عورت نہ تھی لہذا نسل انسانی میں اضافہ کی غرض سے اس بات کی اجازت دی گئی۔

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ ایک روایت میں اہل کتاب کے علماء سے نقل کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے قین کو حکم دیا کہ وہ اپنی جڑواں بہن کا نکاح ہابیل سے کر دے اور ہابیل کو حکم دیا کہ وہ اپنی جڑواں بہن کا نکاح قابیل سے کر دے۔ ہابیل نے بات مان لی مگر قابیل نے انکار کر دیا اور ہابیل کی بہن سے نکاح کو ناپسند کیا اور اپنی جڑواں بہن کی طرف رغبت ظاہر کی اور کہا کہ ہمارا تخم جنت سے ہے اور ان کا تخم زمینی ہے اس لیے میں اپنی جڑواں بہن کے ساتھ شادی کا جائز حقدار ہوں نیز یہ کہ قابیل کی بہن نہایت حسین و جمیل تھی جس کی وجہ سے وہ اس پر مرمٹا اور اس کے نفس نے اسے اس بات پر پختہ کر دیا۔

ان کے باپ آدم علیہ السلام نے کہا اے بیٹے یہ تیرے لیے حلال نہیں لیکن اس نے اپنے باپ کی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا پھر آدم نے کہا تم بھی قربانی کرو اور تمہارا بھائی ہابیل بھی قربانی کرے گا جس کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول کی وہ اس کا مستحق ہوگا۔

قین زراعت پیشہ تھا اور ہابیل بکریاں چراتا تھا سو قین نے قربانی کے لیے گندم پیش کی اور ہابیل نے اپنی تندرست اور توانا بکریوں میں سے ایک بکری قربان کی اور بعض کے قول کے مطابق ایک گائے قربان کی۔ اللہ تعالیٰ نے سفید آگ بھیجی جس نے ہابیل کی قربانی کو کھالیا قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک جانور کی ہی قربانی کی جاتی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی قبول فرمالی اور وہ اس فیصلہ میں قین (قابیل) کی بہن کا حقدار بن گیا جس پر قابیل انتہائی غضب ناک ہو گیا اس پر تکبر و بڑائی چھا گئی اور شیطان نے اسے مکمل طور سے مغلوب کر لیا۔ پس اس نے اپنے بھائی ہابیل کا پیچھا کیا وہ اس وقت اپنے ریوڑ میں تھا قابیل نے وہاں پہنچ کر اسے قتل کر ڈالا یہ ہی وہ قصہ ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے ذریعہ اپنے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے۔ ملاحظہ کریں (سورۃ المائدہ آیت ۲۷۔۳۱)

قتل کے بعد وہ اس کو ہاتھوں میں اٹھائے پھرا اور جان نہ سکا کہ وہ اس کو کیسے چھپائے اس لیے یہ بنی آدم علیہ السلام کا سب سے پہلا مقتول تھا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تا کہ قین (قابیل) کو دکھلائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے اسے دیکھ کر وہ کہنے لگا اوہ! میں تو اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوا کہ میں اپنے بھائی کی لاش کو کوے کی طرح چھپا دیتا۔

اہل تورات کہتے ہیں کہ جس وقت قین (قابیل) نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا بھائی ہابیل کہاں ہے؟

اس نے کہا: میں نہیں جانتا اس لیے کہ میں اس پر محافظ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے بھائی کے خون نے مجھے زمین سے پکارا ہے لہٰذا اب تو ملعون ہے۔ اس زمین میں جس کا منہ تیرے لیے

میں نے کھول رکھا تھا تیرے ہاتھ اپنے بھائی کے خون سے آلودہ ہیں جب تو نے یہ کام زمین میں کیا تو اب زمین تیرے لیے اپنی کھیتی نہیں اگائے گی اور اب تو زمین میں گھبرایا ہوا پھرے گا۔ قین نے کہا: میری خطا آپ کی مغفرت سے بڑھ گئی؟

آج آپ نے مجھے زمین سے نکال دیا (یعنی اس کے منافع سے محروم کر دیا) اور میں اس میں دہشت زدہ اور گھبرایا ہوا بن کر رہوں گا پس جو شخص مجھ سے ملے گا مجھے قتل کر ڈالے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس طرح نہیں ہوگا کہ جو شخص زمین میں قتل کرے تو اس کے ایک قتل کے بدلے سات قتل کا بوجھ اس پر ڈالا جائے گا لیکن جو تیرے طریقہ پر قتل کرے گا اس کا قتل سات قتل کے برابر شمار ہوگا اللہ تعالیٰ نے قین (قابیل) میں ایک نشانی مقرر فرما دی تا کہ جو اسے پائے قتل نہ کر سکے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ قتل کا سبب یہ تھا کہ ان کو قربانی کے ساتھ اپنا تقرب حاصل کرنے کا حکم دیا تھا اور جب انہوں نے قربانی کی تو ایک قربانی قبول کر لی اور دوسرے کی رد کر دی۔ پس جس کی قربانی رد کی گئی اس نے اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کر دی۔ یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹے جنہوں نے قربانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی تھی ان میں سے ایک کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لی اور دوسرے کی رد کر دی۔ ان میں سے ایک بڑا کاشتکار تھا اور دوسرا چرواہا۔ دونوں کو قربانی کا حکم دیا گیا تھا آدم کا جو بیٹا (ہابیل) بکریاں چراتا تھا اس نے ایک عمدہ' تندرست' خوبصورت اور اپنی پسندیدہ ترین بکری کی قربانی کی اور جو بیٹا کاشتکار تھا اس نے بیکار' بدہضم اور اپنے بدترین ناپسندیدہ اناج کی نذر پیش کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے بکری والے کی قربانی قبول فرما لی اور اناج والے کی رد کر دی۔ ان دونوں کا قصہ قرآن کریم میں موجود ہے اور اللہ کی قسم مقتول بھائی دو آدمیوں سے بھی زیادہ قوی تھا۔ لیکن اس نے گناہ سے بچنے کے لیے اپنے بھائی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں بھائیوں کی دولت کا یہ حال تھا ان میں سے کوئی بھی ایسا مسکین نہ تھا کہ جس کو خیرات دی جا سکتی قربانی صرف تقرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ تھا۔ اسی طرح بیٹھے بیٹھے ان کے دل میں آئی اور انہوں نے آپس میں کہا کہ کاش ہم قربانی کے ذریعہ تقرب الٰہی حاصل کر لیتے۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ آدمی جب تقرب کے طور پر قربانی کرتا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا تو اس پر آگ بھیج دیتا جو اس کی قربانی کو کھا جاتی اور اگر اللہ راضی نہ ہوتا تو آگ بجھ جاتی۔ پس ان دونوں نے قربانی کی ان میں سے ایک چرواہا تھا اور دوسرا کاشت کار۔ چرواہے نے اپنی بکریوں میں سے عمدہ تندرست بکری قربانی کے طور پر پیش کی اور کاشتکار نے کچھ اناج بطور نذر پیش کیا سو آگ ان دونوں کے درمیان اتری لیکن بکری کو کھا گئی اور اناج کو چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر ایک دوسرے کو کہنے لگا۔

کیا تم لوگوں کے درمیان اس طرح چلو پھرو گے حالانکہ لوگ نہیں جانتے کی تیری قربانی قبول ہوئی اور میری مردود اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا اور لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے کہ ایک بہتر ہے اور ایک کمتر۔ بلکہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔

دوسرے بھائی نے یہ سن کر کہا: اس میں میرا کچھ قصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نذر قبول کرتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں۔

بعض اہل قلم کا کہنا ہے کہ یہ دو آدمیوں کی قربانی کا قصہ جو درج بالا روایات میں بیان ہوا ہے۔ آدم کے عہد میں نہیں ہوا بلکہ یہ دونوں

آدمی بنی اسرائیل میں سے تھے۔ اور یہ آدم کے بہت بعد کا واقعہ ہے اور انہوں نے بھی یہی کہا کہ سب سے پہلا آدمی جس کا زمین میں انتقال ہوا وہ آدم تھے۔ جیسا کہ حسنؓ کی روایت سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ ﴾ (سورۃ المائدہ آیت ۲۷ تا ۳۱)

میں جس دو افراد کا ذکر فرمایا ہے یہ دونوں بنی اسرائیل میں سے تھے۔ آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے نہ تھے اور اس قربانی کا قصہ بنی اسرائیل کے زمانہ میں پیش آیا تھا اور آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان تھے جن کا زمین پر انتقال ہوا۔

بعض فرماتے ہیں کہ آدم وحوا کے زمین پر اترنے کے سو سال کے بعد آدم نے حوا سے قربت فرمائی پس اس حمل سے ان کا بیٹا قابیل اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی۔ جب یہ دونوں جوان ہوئے تو آدم علیہ السلام نے قابیل کی جڑواں بہن کا نکاح ہابیل کے ساتھ کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن قابیل اس بات سے انکاری ہوا لہٰذا دونوں نے قربانی کے ذریعہ بارگاہ خداوندی سے اجازت طلب فرمائی سو ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی اور قابیل کی رد۔ اس بناء پر قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے حسد کیا اور اسے کوہ حرا کی گھاٹی میں قتل کر ڈالا پھر قابیل پہاڑ سے اتر کر اپنی جڑواں بہن قلیما کو لے کر سرزمین یمن کی طرف بھاگ گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو اپنی بہن قلیما کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر بوز نامی پہاڑ سے اتر کر حضیض کے مقام کی طرف بھاگ گیا۔

آدم علیہ السلام نے اس سے فرمایا تھا تو جا' لیکن تو مسلسل خوفزدہ ہی رہے گا اور جس کو بھی تو دیکھے گا اسی سے تو جان کا خطرہ محسوس کرے گا پس اس کی اولاد میں سے جو بھی اس پر گزرتا وہ اس پر پتھر برساتا۔ قابیل کا ایک لڑکا نابینا تھا اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ قابیل کے پوتے نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ آپ کا والد قابیل ہیں۔ یہ سن کر اس نابینا نے پتھر اٹھایا اور اپنے باپ کو مار کر قتل کر دیا۔ قابیل کے پوتے نے اپنے باپ سے کہا اے ابا جان! آپ نے تو اپنے باپ (دادا) کو قتل کر دیا۔

نابینا نے ہاتھ بلند کیے اور اپنے بیٹے کو زوردار تھپڑ رسید کیا جس کی وجہ سے وہ بھی مر گیا اس کے بعد نابینا نے کہا ہائے میری ہلاکت و بربادی کہ میں نے اپنے باپ کو پتھر سے اور اپنے بیٹے کو تھپڑ سے قتل کر دیا۔

تورات میں ہے کہ قتل کے وقت ہابیل کی عمر بیس سال اور قابیل کی عمر پچاس سال تھی۔

حسنؓ کی روایت پر ہماری رائے یہ ہے کہ

ہمارے نزدیک درست وارجح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آدم علیہ السلام کے جن دو بیٹوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا یہ دونوں آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی نفس کو ظلم سے قتل کیا جاتا ہے تو اس کا گناہ آدم کے پہلے بیٹے پر ہوتا ہے اس لیے کہ اس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ رائج کیا تھا۔ اس روایت سے یہ واضح ہوگیا کہ قرآن کریم میں آدم علیہ السلام کے جن دو بیٹوں کا ذکر آیا ہے اس سے مراد ان کے صلبی بیٹے ہی ہیں۔ اگر یہ دونوں بنی اسرائیل سے ہوتے تو جیسا کہ حسن کی روایت میں ہے تو ان کے بارے میں یہ نہ کہا جاتا کہ اپنے بھائی کو قتل کرنے والا سب سے پہلا شخص وہی ہے جس نے قتل کا طریقہ رائج کیا کیونکہ ایک دوسرے کو قتل کرنے کا طریقہ دنیا میں بنی اسرائیل

اس کے علاوہ ہمارا مقصود اس کتاب میں انبیاء اور سلاطین کا بھی ذکر ہے۔ اس لیے ہم نے ان کا ذکر ترک کر دیا۔ البتہ جہاں کسی بادشاہ کا نسب نامہ اور اس میں اختلاف کرنا ضروری ہوگا تو بقدر ضرورت اسے بھی بیان کر دیا جائے گا۔

علمائے فارس کی ایک جماعت نے ان حضرات کی آدم علیہ السلام کے نام میں موافقت اور ذات وصفات کی تعین میں مخالفت کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آدم علیہ السلام اصل میں جامر (حام) بن یافث بن نوح ہیں۔

یہ عمر رسیدہ سردار تھے ابتداء میں اُنہوں نے ''دبناوند'' پہاڑ پر نزول فرمایا جو کہ ارض مشرق میں طبرستان کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ملک فارس پر بھی قابض ہو گئے پھر ان کی اور ان کی اولاد کی حکومت بڑھتی ہی چلی گئی یہاں تک کہ یہ شہر بابل کے بھی مالک ہو گئے اور کچھ زمانہ تک پوری زمین کے بھی حکمران رہے۔

جیومرت نے اپنے مقبوضہ علاقوں میں بڑی شان وشوکت اور قوت حاصل کی' شہر اور بستیاں آباد کیں۔ قلعے تعمیر کیے۔ اسلحہ اور ہتھیار تیار کیے اور جنگی گھوڑوں کے اصطبل قائم کیے لیکن آخری عمر میں اس کے مزاج میں ظلم وجبر کی آمیزش ہو گئی تھی۔ انہیں آدم کے نام سے پکارا جانے لگا اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ جس نے مجھے اس نام کے علاوہ کسی اور نام سے پکارا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ انہوں نے تمیں عورتوں سے نکاح کیے اس وجہ سے ان کی نسل بہت پھیلی۔ آخری عمر میں ماری نام کا بیٹا اور ماریہ نام کی بیٹی پیدا ہوئی جن کی پیدائش کی جیومرت کو بہت خوشی ہوئی اور اپنی جانشینی میں انہی کو اس نے مقدم رکھا یہی وجہ ہے کہ ملک فارس کے تمام بادشاہ ان کی نسل سے ہوئے۔

اس مقام پر جیومرت کا صرف اتنا تذکرہ کافی ہے جتنا کہ ہم نے کیا۔ جیومرت کے ابوالفارس ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ابوالبشر آدم ہیں یا کوئی اور؟ جیسا کہ ہم نے اس اختلاف کا پہلے تذکرہ کر دیا ہے اور یہ بات بھی گذر چکی ہے کہ جیومرت اور ان کی اولاد میں مسلسل حکومت اور بادشاہت جاری رہی یہاں تک کہ اس کی اولاد میں آخری بادشاہ یزدگرد بن شہریار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں مرد مقام پر واصل جہنم ہوا۔

لہٰذا گزری ہوئی تاریخ اہل فارس کے بادشاہوں کے زمانہ کے اعتبار سے بیان کرنا زیادہ سہل اور واضح ہے اس لیے کہ جو قومیں اپنے آپ کو آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتی ہیں ان میں سے کوئی بھی قوم ایسی نہیں جس کے پاس حکومت وسلطنت دائمی رہی ہو ان کے بادشاہوں کے زمانوں میں اتصال رہا ہو۔ ان سلاطین نے اپنی قوم کو جمع کیا ہو یا حملہ آور قوم سے ان کا تحفظ کیا اور ان کے مقابلے پر غالب آئے نیز مظلوموں کا ظالموں سے تحفظ کیا اور ان کے مقابلے پر غالب آئے۔ پھر ان کی سلطنت واقتدار کا کوئی ایسا مستقل ومتصل نظام نہیں دیکھا کہ بعد والے اگلوں سے اس کو میراث کے طور پر لے لیں اور اس کے اعزاز کی حفاظت کریں لہٰذا سلاطین فارس کے اعتبار سے بیان کرنا ناگزیر ہے۔

روئے زمین پر سب سے پہلی وفات:

اس سے پہلے یہ قول گزرا کہ زمین میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا اور قرآن کریم میں (سورۃ المائدہ کی آیت ۲۷۔۳۱) کے مطابق۔

آدم علیہ السلام کے جن دو بیٹوں اور ان میں سے ایک کے مقتول ہونے کا ذکر ہے وہ آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے نہ تھے بلکہ یہ قوم بنی

اسرائیل میں سے تھے لہٰذا پہلی وفات زمین پر آدم علیہ السلام کی ہوئی تھی۔

مگر ہم دلائل سے اس قول کو غلط ثابت کریں گے اور بتائیں گے کہ زمین پر آدم علیہ السلام سے پہلے بھی وفات ہوئی تھی۔

سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت حوا کا کوئی فرزند زندہ نہ رہتا تھا انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کا بیٹا زندہ رہا تو اس کا نام عبدالحارث رکھیں گے پس ان کا بیٹا ہوا اور زندہ رہا تو اس کا نام انہوں نے عبدالحارث رکھا اور یہ اصل میں القائے شیطانی کی وجہ سے تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت حوا سے آدم علیہ السلام کے جو اولاد ہوتی تو انہیں اللہ تعالیٰ کا عبد قرار دیا جاتا' اور ان کے نام عبداللہ' عبیداللہ وغیرہ رکھے جاتے لیکن ان کی بہت جلد وفات ہو جاتی۔ ابلیس لعین ان دونوں کے پاس آیا اور کہا کہ اگر تم ان بچوں کے نام اس کے علاوہ رکھو جو کہ اب رکھتے ہو تو یہ زندہ رہیں گے اس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام آدم وحوا نے عبدالحارث رکھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اسے ایک خفیف سا حمل رہ گیا جسے لیے لیے وہ چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں نے مل کر اللہ' اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ مگر جب اللہ نے ان کو ایک صحیح وسالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی بخشش وعنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے''۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۸۹۔۱۹۰)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ حضرت حوا جب پہلے بیٹے کے ساتھ حاملہ ہوئیں اور انہوں نے بوجھ محسوس کیا۔ ابلیس لعین ان کے پاس آیا اور کہنے لگا اے حوا! تمہارے پیٹ میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے کیا معلوم کون ہے؟

اس نے پوچھا: یہ کہاں سے نکلے گا؟ ناک سے یا کان سے؟

انہوں نے کہا میں نہیں جانتی۔

ابلیس لعین نے کہا: اگر یہ صحیح سلامت نکل آیا تو کیا تم میری بات مانو گی اور جو میں کہوں گا اس پر عمل کرو گی۔

حوا نے حامی بھر لی۔

ابلیس نے کہا کہ اس کا نام عبدالحارث رکھنا (ابلیس لعین کا اصل نام حارث تھا)

حوا نے کہا ٹھیک ہے اس کے بعد انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا کہ میرے خواب میں کوئی آیا اور اس نے اس طرح کی باتیں کہیں۔

آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا تم اس سے بچ کر رہنا یہ ہمارا دشمن ہے جس نے ہمیں جنت سے نکلوایا تھا۔ پھر حضرت حوا کے پاس شیطان دوبارہ آیا اور اس نے اسی بات کا اعادہ کیا۔ حضرت حوا نے حامی بھر لی۔ لہٰذا جب وضع حمل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے سلامتی کے ساتھ بچے کو پیٹ سے نکال دیا تو حضرت حوّا نے وعدہ کے مطابق بچے کا نام عبدالحارث کو دیا۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۸۹' ۹۰ میں اسی کا ذکر ہے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آدم علیہ السلام نے شرک کیا تھا فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں ان کے متعلق شرک کا دعویٰ کروں۔ البتہ حوا نے جب حمل کا بوجھ محسوس کیا تو ان کے پاس ابلیس لعین آیا اور کہا کہ یہ کہاں سے نکلے گا' تمہاری آنکھ' ناک یا منہ سے' شیطان نے انہیں بہت مایوسی میں مبتلا کر دیا اور کہا کہ اگر یہ صحیح سلامت نکل آئے تو کیا تم میری بات مانو گی۔

ابن فضیل کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ شیطان نے کہا اگر وہ صحیح سلامت نکل آئے اور تمہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچے اور نہ ہی تمہاری موت کا باعث بنے تو کیا تم میری بات مانو گی۔ انہوں نے کہا: ہاں!

ابلیس نے کہا' اس کا نام عبدالحارث رکھنا۔ پس حوا نے ایسا ہی کیا اور یہ ان کا شرک فی الاسم تھا۔

اور سدیؒ سے مروی ہے کہ حضرت حوّا کے ایک بیٹا ہوا۔ ان کے پاس شیطان آیا اور کہا کہ اس کا نام عبدی رکھو ورنہ میں اس کو قتل کر دوں گا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: میں نے تمہاری بات مانی تھی جس کے نتیجہ میں مجھے جنت سے بے دخل کر دیا گیا۔ بحث وتکرار کے باوجود آدم علیہ السلام نے شیطان کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور بچہ کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ پس ابلیس لعین نے اس بچے کو قابو کر کے قتل کر دیا۔ پھر جب دوسرا بچہ پیدا ہوا تو شیطان نے پھر اپنا مطالبہ دہرایا۔ مگر آدم نے اس مرتبہ بھی شیطان مردود کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور نومولود کا نام صالح رکھا۔ شیطان نے اس بچے کو بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد جب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو شیطان نے کہا تم صرف اس صورت میں اپنے بچے مجھ سے بچا سکتے ہو کہ آئندہ ہونے والے بچے کا نام عبدالحارث (ابلیس کا پہلا نام حارث تھا) ابلیس تو مردود ہونے کے بعد نام دیا گیا۔

لہٰذا قرآن کریم میں اسی شرک فی الاسم کی طرف اشارہ ہے۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۹۰)

یہ تمام روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آدم وحوا کی بعض اولاد کی وفات ان سے پہلے ہو چکی تھی اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی متعدد روایات 'حسن' کی تردید کر رہی ہیں۔ جس میں کہا گیا ہے کہ زمین پر سب سے پہلی وفات آدم علیہ السلام کی ہوئی۔

عطایا:

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کی سلطنت و بادشاہت عطا فرمائی' ان کو نبوت سے نوازا اور ان کی اولاد کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان کی طرف اکیس صحیفے نازل فرمائے۔ جن کو آدم نے اپنے رسم الخط میں تحریر فرمایا تھا (رسم الخط جبریل نے آدمؑ کو سکھایا تھا)

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بیٹھے تھے میں بھی قریب بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! مسجد کے لیے بھی سلام ہے اس کا سلام تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ہیں لہٰذا تم کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعتیں پڑھو میں دو رکعت پڑھ کر پھر قریب ہو کر بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے نماز کا حکم دیا۔ آپ بتلایئے کہ نماز کیا ہے؟

فرمایا بہترین چیز ہے' زیادہ ہو یا کم۔

پھر ایک قصہ ذکر فرمایا:

اس کے اندر میں نے پوچھا اس میں انبیاء علیہم السلام کتنے گزرے ہیں؟

علمائے فارس کی وہ جماعت جو کہ آدم علیہ السلام کو ہی جیومرت قرار دیتی ہے ان کا کہنا ہے کہ جیومرت کے ہاں میشی نام کا بیٹا پیدا ہوا اس نے اپنی بہن مشیانہ سے نکاح کیا اس سے ایک لڑکا سیامک اور ایک لڑکی سیامی پیدا ہوئی اس سیامک بن میشی بن جیومرت کے ہاں افرواک، ودیس، واجوب، داروش نام کے لڑکے اور افرای، ودزی، وبری، وادرشی نام کی لڑکیاں پیدا ہوئیں ان تمام کی ماں سیامی بنت میشی تھی جو ان کے باپ کی بہن اور ان کی پھوپھی تھی۔

اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ زمین کی کل سات بادشاہیاں ہیں۔ اس طرح سرزمین بابل اور متصل علاقہ جہاں تک لوگوں کا جانا ہے خشکی ہو یا سمندر ایک بادشاہی ہے اور یہاں کے رہنے والے افرواک بن سیامک کے ایک لڑکے کی اولاد سے ہیں اور باقی چھ بادشاہیاں جو اس کے علاوہ ہیں وہ سیامک کی دیگر مذکر ومونث اولاد سے ہیں اس کا افرواک کے ہاں افری کے بطن سے ہرشنگ، پیش داز الملک کے نام سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اور یہ اپنے دادا جیومرت کا بادشاہت میں صحیح جانشین ثابت ہوا۔ سب سے پہلے اسی کی حکومت ساتوں بادشاہیوں میں قائم ہوئی۔ ہم عنقریب اس کا تذکرہ کریں گے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہی شخص اوشہنج ہے جو حوا کے بطن سے آدم کا بیٹا تھا۔

ہشام کلبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتے ہیں لیکن ہم تک جو خبر پہنچی اس کے مطابق سب سے پہلا آدمی جس کی تمام روئے زمین پر حکومت قائم ہوئی وہ اوشہنق بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح ہے۔ اور اہل فارس یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ آدم علیہ السلام کی وفات کے دوسو سال کے بعد کے شخص ہیں۔

کلبی کہتے ہیں کہ ہم تک پہنچنے والی خبر کے مطابق یہ بادشاہ نوح کے دوسو سال بعد کے ہیں پس اہل فارس ان کو آدم علیہ السلام کے دوسو سال بعد کا آدمی قرار دیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ آدم علیہ السلام نوح علیہ السلام سے بھی پہلے گزرے ہیں۔

ہمارے نزدیک ہشام کے اس قول کی توجیہ ناممکن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سہنک بادشاہ اہل فارس کے نسب ناموں کی معرفت لکھنے والوں کے درمیان اس سے بھی زیادہ مشہور ہیں جتنا کہ اہل اسلام میں حجاج بن یوسف مشہور ہے اور ہر قوم اپنے آباؤ اجداد کے انساب وحالات کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتی ہے لہٰذا ہر ایسی بات جس میں التباس ہو وہ انہی کے اہل کی طرف لوٹائی جائے گی۔

اہل فارس کے بعض نسب دان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اوشہنج بیشداذ الملک اصل میں مہلائیل ہے اور ان کا باپ افرواک اصل میں قینان (ابو مہلائیل) ہے، اور سیامک اصل میں انوش ابو قینان ہے اور میشی اصل میں شیث ابو قانوش ہے اور رہا جیومرت تو وہ آدم علیہ السلام ہیں۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے تو اوشہنج آدم علیہ السلام کے زمانہ کا آدمی بنتا ہے۔

اور کتاب اول کے بیان کے مطابق مہلائیل کی والدہ دینہ بنت براکیل بن محویل بن خنوع بن قین بن آدم کے ہاں ولادت اس وقت ہوئی تھی جب آدم علیہ السلام کی عمر تین سو پچانوے سال تھی۔ لہٰذا مہلائیل کی عمر حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے وقت چھ سو پانچ سال ہوئی یہ اس لیے کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آدم علیہ السلام کی کل عمر ایک ہزار سال تھی۔

بعض علمائے فارس کا کہنا ہے کہ اوشہنج کا قول دور از قیاس نہیں ہوگا جنہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ ان کی بادشاہت کا زمانہ وفات آدم علیہ السلام کے دوسو سال بعد تھا۔

آدم علیہ السلام کی عمر:

آدم علیہ السلام کی عمر کے متعلق اہل علم کے درمیان معمولی اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں جو احادیث ملتی ہیں وہ یہ ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور ان میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں۔ فرشتوں نے سجدہ کیا۔ آدم علیہ السلام بیٹھ گئے ان کو چھینک آئی۔ انہوں نے الحمدللہ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: یرحمك ربك (تیرا رب تجھ پر رحم کرے) اور یہ بھی فرمایا کہ فرشتوں کی اس جماعت کے پاس جاؤ اور انہیں السلام علیکم کہو۔ پس وہ فرشتوں آئے اور انہیں سلام کیا انہوں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ پھر آدم علیہ السلام اپنے رب کی جانب لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تیرا اور تیری اولاد کا آپس میں ملتے وقت کا سلام ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے دو مٹھیاں بھریں اور فرمایا کہ ان میں سے ایک کو اختیار کر لے آدم علیہ السلام کر لے آدم علیہ السلام نے کہا میں نے اپنے دائیں ہاتھ کو اختیار کیا (چن لیا) اور اس کے تو دونوں ہی دائیں ہاتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے وہ مٹھی کھولی تو اس میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کی صورت تھی اور ہر آدمی کے پاس اس کی مدت عمر بھی لکھی ہوئی تھی اور آدمؑ کی عمر ایک ہزار سال درج تھی ان میں ایک جماعت انتہائی نورانی صورت تھی آدم علیہ السلام نے پوچھا اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں جن پر نور چھایا ہوا ہے۔

فرمایا: یہ نبیوں اور رسولوں کی جماعت ہے جو میرے بندوں کی طرف بھیجے جائیں گے اس جماعت میں ایک صاحب نورانیت میں کچھ زیادہ نمایاں تھے مگر ان کی عمر صرف چالیس سال لکھی ہوئی تھی۔

آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! یہ کیا ہے کہ ان میں سب سے زیادہ چمکدار اور روشن چہرے والے کی عمر صرف چالیس سال؟

فرمایا یہی اس کی تقدیر میں لکھا ہے۔

آدم علیہ السلام نے عرض کیا' اے میرے رب! میری عمر میں سے ساٹھ سال کم کر کے انہیں دے دیجیے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں ٹھکانہ عطا فرمایا۔ پھر زمین کی طرف اتارا اور عرصہ دراز گزر جانے کے بعد جب ملک الموت ان (آدم) کی روح قبض کرنے آیا تو آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ملک الموت! کیا تم میرے پاس قبل از وقت (جلدی) نہیں آ گئے؟۔

ملک الموت نے کہا' میں نے ایسا نہیں کیا۔

آدمؑ نے کہا: کیا ابھی میری عمر میں ساٹھ سال باقی نہیں ہیں؟

ملک الموت نے کہا: آپ کی عمر میں کچھ باقی نہیں ہے کیونکہ آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ میری عمر میں سے ساٹھ سال کم کر کے میرے بیٹے داؤد کو دے دیئے جائیں۔

آدم علیہ السلام نے کہا: میں نے ایسا نہیں کہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم علیہ السلام بھول گئے اور ان کی اولاد بھی اسی طرح بھول جاتی ہے۔ آدم علیہ السلام نے انکار کیا اور ان کی اولاد بھی اسی طرح انکار کرتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ قیامت کے روز لکھی ہوئی کتاب رکھے گا اور گواہوں کے ساتھ فیصلے فرمائے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت الدین نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے جس شخص نے بحث وتکرار کی وہ آدم علیہ السلام تھے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی پشت سے قیامت تک ہونے والی ان کی اولاد نکالی پھر ان کو آدم علیہ السلام پر پیش فرمایا تو آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک کو زیادہ سفید وروشن دیکھا تو عرض کیا اے میرے رب یہ کون سا نبی ہے؟۔

فرمایا کہ یہ تمہارا بیٹا داؤد ہے۔

عرض کیا اے میرے رب! اس کی عمر کتنی ہے۔

فرمایا ساٹھ سال

عرض کیا اے میرے رب! اس کی عمر زیادہ کر دیجیے۔

فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو اپنی عمر دے کر اس کی عمر میں اضافہ کرے حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی۔ انہوں نے اپنی عمر میں سے چالیس سال داؤد کو ہبہ (تحفہ) کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ کتاب میں لکھ لیا اور فرشتوں کو اس پر گواہ بنا لیا۔ پھر جب آدمؑ کی وفات کا وقت آیا اور فرشتے روح قبض کرنے کے لئے آئے تو آدمؑ نے فرمایا کہ میری عمر کے ابھی چالیس سال باقی ہیں مگر فرشتوں نے کہا کہ وہ (چالیس سال) آپ نے اپنے بیٹے داؤد کو ہبہ کر دیئے تھے۔

آدمؑ نے کہا: میں نے تو ایسا نہیں کیا تھا اور نہ ہی میں نے کوئی چیز ہبہ (تحفہ) کی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وہ کتاب پیش فرمائی اور فرشتوں کو گواہ کے طور پر کھڑا کیا۔ سو اس طرح آدمؑ کے ایک ہزار سال پورے ہوئے اور داؤد علیہ السلام کی عمر کے سو سال پورے ہوئے۔

ابن عباسؓ سے (سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۲ کی تفسیر) میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی تمام اولاد کو چیونٹیوں کی طرح نکالا اور انہیں قوت گویائی عطا فرمائی پھر ان سے کلام کیا اور انہیں ان ہی کی ذات پر گواہ بنایا۔ ان میں سے بعض کو نورانی صورت بنایا پھر آدم علیہ السلام سے فرمایا یہ داؤد ہیں۔

عرض کیا اے میرے رب! آپ نے ان کی عمر کتنی مقرر فرمائی۔ فرمایا ساٹھ سال پھر پوچھا کہ میری عمر کتنی ہے فرمایا کہ ایک ہزار سال اور میں نے ان میں سے ہر ایک کی عمر اور دنیا میں ٹھہرنے کی مدت لکھ دی ہے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ ان کی عمر میں کچھ اضافہ فرما دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تمہاری عمر میں سے کچھ اسے عطا کر سکتا ہوں۔ کیونکہ میں نے تقدیر میں ایسے ہی لکھا ہے۔

اور قلم تمام بنی آدم کی تقدیر لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ یہ سن کر آدم علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ پس آدم علیہ السلام کی عمر میں سے چالیس سال داؤد کی عمر میں لکھ دیئے گئے لہٰذا اب آدم علیہ السلام کی عمر نو سو ساٹھ سال ہو گئی۔ جب نو سو ساٹھ سال پورے ہو گئے تو ملک الموت آدم علیہ السلام کے پاس آیا۔ آدم علیہ السلام نے اسے دیکھ کر فرمایا: آپ کیسے تشریف لائے؟ اس نے کہا آپ نے اپنی عمر پوری کر لی۔ آدم علیہ السلام نے کہا میں نے ابھی نو سو ساٹھ کیے ہیں چالیس ابھی تک باقی ہیں۔ ملک الموت نے یہ سن کر کہا جو کچھ آپ نے کہا ہے میرے رب نے اس کی خبر دی ہے۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا اپنے رب کے پاس لوٹ کر جاؤ اور ان سے پوچھو۔

پس ملک الموت اللہ کی طرف لوٹ گئے اور عرض کیا کہ اے میرے رب! میں آپ کی طرف لوٹ کر آیا ہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ میں آپ کی ان پر عطا کو جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم واپس جاؤ اور انہیں خبر دو کہ آپ نے اپنی عمر کے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو دے دیئے تھے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ان کی پشت سے نکالا اور آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال مقرر فرمائی پھر ان کی تمام اولاد کو ان کے سامنے پیش کیا۔ آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک کو زیادہ نورانی پایا تو بڑے تعجب سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ داؤد ہیں۔ ان کی عمر ساٹھ سال مقرر کی گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی عمر میں سے چالیس سال انہیں دے دیئے۔ جب آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو وہ ان چالیس سال کے بارے میں جھگڑنے لگے سو ان سے کہا گیا آپ نے وہ چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو دے دیئے تھے۔

سعید بن جبیرؒ سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم علیہ السلام کو ان کی پشت سے چیونٹیوں کی شکل میں نکالا اور انہیں آدم علیہ السلام پر ان کے ناموں' ان کے آباء کے ناموں اور ان کی عمروں کے ساتھ پیش کیا اور روح داؤد کو چمکدار نورانی صورت میں پیش فرمایا۔ آدم علیہ السلام نے ان سے پوچھا یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے ایک نبی ہیں۔ پوچھا کہ ان کی عمر کتنی ہے فرمایا' ساٹھ سال۔ عرض کیا آپ میری عمر میں سے چالیس سال ان کو دے دیں۔

قلم تمام تقدیر لکھ کر خشک ہو چکا تھا۔ پس داؤد کے لیے چالیس سال لکھ لیے گئے آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی جب انہوں نے چالیس کم ایک ہزار سال مکمل کر لیے تو ملک الموت ان کے پاس آیا اور کہا مجھے آپ کی روح قبض کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا کیا میری عمر میں چالیس ابھی باقی نہیں ہیں؟ ملک الموت رب تعالیٰ کے پاس واپس لوٹ کر گئے اور کہا کہ آدم علیہ السلام یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ میری عمر کے ابھی چالیس سال باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنی عمر کے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو دے دیئے تھے سو قلم خشک ہو چکے اور داؤد کے لیے چالیس سال لکھے جا چکے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام اپنی وفات سے قبل گیارہ دن تک بیمار رہے انہوں نے اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور ان کے لیے ایک وصیت نامہ لکھوایا اور وہ کتاب جس میں وصیت لکھی گئی تھی اپنے بیٹے شیث کے سپرد کی اور اسے قابیل اور اس کی اولاد سے چھپا کر رکھنے کا حکم دیا کیونکہ قابیل نے حسد کی وجہ سے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ پس شیث اور ان کی اولاد نے اس علم کو جو ان کے پاس تھا قابیل اور اس کی اولاد سے چھپا کر رکھا اور یوں قابیل اور اس کی اولاد اس سے محروم رہے۔

اہل تورات کا یہ دعویٰ ہے کہ آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس سال تھی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ان کی عمر نو سو چھتیس سال تھی۔

اس مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث اور علمائے متقدمین کے اقوال وارد ہوئے ہیں وہ میں نے ذکر کر دیئے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت' حالات وواقعات کو دوسروں کی نسبت دیگر کے زیادہ جانتے ہیں۔ احادیث میں ہے کہ ان کی عمر ایک ہزار سال تھی جس میں سے کچھ انہوں نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو ہبہ کر دی سو اس ہبہ شدہ عمر کو شامل کر کے ان کی عمر ایک ہزار سال بتلائی گئی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر مقررہ کی گنتی کو پورا کر دیا جو کہ ایک ہزار سال ہے۔ شاید تورات میں ہبہ شدہ عمر کو ان کی اصلی عمر میں

تمار نہیں کہا گیا۔ اس لیے ان کی عمر نو سو تیس سال بتلائی ہے۔

اعتراض:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ آدم علیہ السلام نے تو صرف چالیس سال ہبہ کیے تھے لہٰذا آپ کی عمر تقریر و توجیح کے مطابق تورات میں نو سو ساٹھ سال مذکور ہونے چاہیں تا کہ احادیث کی موافقت ہو جائے۔

جواب اعتراض:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے قبل میں ہم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں بجائے چالیس سال کے ساٹھ سال ہبہ کرنے کا ذکر کیا ہے اس کی رو سے تورات کے بیان اور احادیث میں موافقت ہو جائے گی۔

آدم کی تجہیز و تکفین:

ابن اسحاق ؒ سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام وصیت نامہ لکھ کر فارغ ہوئے تو ان کا انتقال ہو گیا (اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے) ان کی وفات پر فرشتے جمع ہوئے اور ان کی قبر بنائی اس لیے کہ وہ صفۃ الرحمٰن (رحمٰن کے منتخب کردہ) تھے۔ شیث علیہ السلام اور ان کے بھائی اس وقت مشارق الفردوس میں ایک بستی کے قریب تھے یہ زمین پر سب سے پہلی بستی تھی۔ ان کی وفات پر چاند اور سورج سات دن اور رات تک گرہن میں رہے۔

جب بوقت وفات فرشتے جمع ہوئے تو انہوں نے لکھی ہوئی وصیت آدم کو جمع کیا اور اسے سیڑھی نما ایک چیز میں رکھ دیا اس سیڑھی نما چیز کے ساتھ ایک ناقوس بھی تھا جس کو ہمارے باپ آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہوں۔

یحییٰ بن عباد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ آدم علیہ السلام کا جب انتقال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کا کفن اور حنوط بھیجا اور ان کی قبر تیار کرنے کی ذمہ داری فرشتوں کو سونپی چنانچہ انہوں نے انہیں سپرد خاک کیا یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو فرشتوں نے انہیں طاق عدد کے مطابق غسل دیا اور انہیں لحد میں رکھا اور فرمایا کہ یہی طریقہ اولاد آدم علیہ السلام میں جاری ہوگا۔

ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا قد کھجور کے لمبے درخت کی مانند ساٹھ زراع تھا اور ان کے بدن پر بال بہت زیادہ تھے جو ان کے اعضائے مستورہ کو چھپائے ہوئے تھے۔ جب ان سے خطا سرزد ہوئی تو ان کے اعضائے مستورہ ظاہر ہو گئے۔ آدم علیہ السلام اس جگہ سے بھاگے اور ایک درخت کی پناہ لی۔ ان کے رب نے ان کو ندا دی۔ اے آدم کیا تم مجھ سے بھاگتے ہو؟ عرض کیا اے میرے رب' واللہ ایسا نہیں ہے بلکہ میں اپنی خطا کی وجہ سے آپ سے حیا کرتا ہوں پس اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین کی طرف اتارا جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کا کفن اور حنوط بھیجا۔ حضرت حوا نے جب فرشتوں کو دیکھا تو وہ آدم علیہ السلام کی طرف چلیں تا کہ فرشتوں سے پہلے ان کے قریب پہنچ جائیں مگر آدم علیہ السلام نے

حوا کو دیکھ کر فرمایا کہ میرے اور میرے رب کے قاصدوں کے درمیان تخلیہ کر دو۔ تم سے تو ہمیشہ ملاقات رہی ہے اور تمہاری ہی وجہ سے مجھے وہ مصیبت پہنچی۔ جب ان کی روح قبض کر لی گئی تو فرشتوں نے انہیں بیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ طاق عدد کے موافق غسل دیا اور کفن میں بھی طاق ہی کا لحاظ رکھا۔ پھر ان کے لیے لحد بنائی اور پھر سپرد خاک کیا اور کہا کہ ان کے بعد ان کی اولاد میں بھی یہی طریقہ رہے گا۔

ابی بن کعبؓ سے ایک دوسری روایت میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام کھجور کے لمبے درخت کی مانند طویل القامت تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو حضرت شیثؑ نے جبریل علیہ السلام کو کہا آپ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ انہوں نے کہا آپ آگے بڑھیں اور اس میں تیس تکبیرات پڑھیں اور اپنے والد پر نماز پڑھیں ان میں سے پانچ تو نماز کے لیے ضروری ہیں اور باقی تکبیرات فضیلت آدم علیہ السلام کی وجہ سے (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت و سلامتی نازل فرمائے)۔

مدفن آدم علیہ السلام:

آدم علیہ السلام کے مدفن کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کا قول اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ جب کہ دیگر حضرات کے بقول مکہ میں جبل ابوقبیس کے ایک غار میں مدفون ہیں اور اس غار کو غار الکنز کہا جاتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نوح علیہ السلام کشتی سے نکلے تو انہوں نے آدم علیہ السلام کو بیت المقدس میں دفن فرمایا:

''ہم جمعہ کے دن کو آپ کے یوم وفات کے طور پر مانتے ہیں۔ اس بارے میں روایات لکھی جا چکی ہیں دوبارہ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے''۔

وفات حوا علیہا السلام:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ان کی وفات 'بوذ' نامی پہاڑ پر ہوئی یعنی وہ پہاڑ جس پر آپ کو اتارا گیا تھا' اور حوا آدمؑ کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں اور اپنے خاوند کے ساتھ اسی غار میں دفن ہوئیں۔ جس کا ذکر گزر چکا ہے۔ آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام اسی جگہ دفن رہے یہاں تک کہ طوفان نوح علیہ السلام آیا اور حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو وہاں سے نکال کر تابوت میں رکھا پھر اس تابوت کو اپنی کشتی میں رکھ لیا طوفان کے بعد جب زمین خشک ہوگئی تو ان کے تابوت اسی جگہ دفن کر دیئے گئے جس جگہ طوفان سے پہلے دفن تھے۔

حضرت حوا علیہا السلام کے متعلق آیا ہے کہ وہ سوت کاتتی اور کپڑا بنتی' آٹا گوندھتی' روٹی پکاتی اور دیگر زنانہ گھریلو مصروفیات سرانجام دیتی تھیں۔

اب ہم واپس قابیل کے قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اس میں اس کے اور اس کی اولاد نیز شیث علیہ السلام اور ان کی اولاد کے حالات بیان کریں گے۔

اس سے قبل جہاں ہم نے آدم علیہ السلام اور ان کے دشمن ابلیس کا تذکرہ کیا تھا تفصیل کے ساتھ بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے